KARL MARX

کارل مارکس

A CRITIQUE OF GOTHA PROGRAMME

گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر (1)

1870

فہرست:

فریڈرک اینگلز کا دیباچہ
کارل مارکس کا براکے کے نام خط
جرمن مزدور پارٹی کے پروگرام پر ایک نظر
اینگلز کا خط ببیل کے نام

PREFACE BY ENGELS

فریڈرک اینگلز کا دیباچہ (2)

یہ قلمی تحریر جو اشاعت کے لئے جا رہی ہے، جس میں براکے نام خط اور پروگرام کے خاکے پر تنقیدی نظر شامل ہے، 1870 میں گوتھا تحاد کانگریس (3) سے ذرا پہلے براکے کو بھیجی گئی تھی تا کہ وہ اسے گیب، آئر، ببیل اور لیبکنیخت کو دکھا لینے کے بعد مارکس کو واپس کر دے۔ اب چونکہ شہر ہالے میں ہونے والی پارٹی کانگرس نے (4) گوتھا پروگرام کو پارٹی کے ایجنڈے میں بحث کے لئے شامل کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس اہم تحریر کو، جو غالباً بحث سے متعلقہ سب سے اہم دستاویز ہے، اگر اشاعت سے روکتا ہوں تو اسے دبا بیٹھنے کا قصوروار ٹھہروں گا۔

لیکن اس تحریرے کی ایک اور، بہت دور رس اہمیت بھی ہے۔ مارکس نے یہاں پہلی بار صاف صاف دوٹوک طریقے سے اس لائین کے ساتھ اپنا برتاؤ ظاہر کیا ہے جو لائین لاسال نے ایجی ٹیشن میں شریک ہوتے وقت شروع سے اختیار کی تھی، لاسال کے معاشی اصولوں اور اس کی عملی ترکیبوں، دونوں پر مارکس نے کھل کہ کہہ دیا ہے۔

آج جب کہ اسے لکھے ہوئے پندرہ برس گذر چکے ہیں، بیان کا وہ بے لاگ کٹیلا پن جس سے پروگرام کے بخیے ادھیڑا گیا ہے، جس بے دردی سے اس پروگرام کا خلاصہ دیا گیا ہے، اور اس کی کوتاہیوں سامنے رکھ دی گئی ہیں، اس سے کسی کی دلآزاری نہیں ہونے والی۔ وہ لوگ جو لاسال کے سچے معتقد تھے، باہر کے ملکوں میں کہیں کہیں بکھرے پڑے ہیں، رہا گوتھا پروگرام، سو خود اس کے جنم داتاؤں نے ہالے میں ہی تسلی بخش نہ ہونے کی بنا پر رد کر دیا تھا۔

پھر بھی میں نے یہ احتیاط برتی کہ جہاں کہیں ذاتی قسم کے تیز طرار، جملوں اور حملوں کو عبارت سے خارج کرنے میں کوئی ہرج نہ دیکھا، انہیں خارج کر دیا اور خالی نقطے چھوڑ دیے۔ اگر یہ قلمی نسخہ مارکس نے آج شائع کیا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ بیان کی گرمی بعض مقامات پر صرف دو وجھوں سے آ گئی تھی۔ اول تو یہ کہ مارکس اور میں، ہم دونوں کا اور تحریکوں کے بہ نسبت، جرمن تحریک سے زیادہ گہرا رشتہ رہا ہے اس لیے جب ہم نے پرگرام کے اس خاکے مین تحریک کا قدم پیچھے ہٹتا دیکھا تو ہم بری طرح برہم ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ ہیگ میں انٹر نیشنل کانگرس (4) ہوئے ابھی مشکل سے دو سال گذرے تھے اور باکونین اور اس کے انارکسٹ حامیوں سے بہت سخت رسہ کچی چل رہی تھی، یہ لوگ ہمارے سر الزام تھوپ رہے تھے گویا جرمن مزدور تحریک پر جو کچھ بیتی اس کے جوابدہ ہم ہیں، تو اندیشہ تھا کہ گوتھا پروگرام کے خاکے پر بھی ہماری خفیہ فرزندی کا الزام آئے گا۔ اب ان اندیشوں کی گنجائش نہیں رہی اور انہی کے ساتھ وہ گرم جملے بھی کچھ ضروری نہیں رہے جنہیں خارج کر دیا گیا ہے۔

بعض ایسے جملوں کی جگہ بھی، سنسی کی مصلحت سے، صرف نقطے رہنے دیے گئے ہیں۔ جہاں ذرا برم لفظوں سے کام نکالنا مقصود تھا، وہاں میں نے قوسین کے اندر لکھ دیا ہے۔ باقی تمام عبارت لفظ بلفظ وہی ہے جو اصل نسخے میں تھی۔

فریڈرک اینگلز

جرمن رسالے Die neue Zeit شمارہ 18 سال 1890-1891 میں شائع ہوا۔

کارل مارکس

ولہلم براکے کے نام خط

لندن، 5 مئی 1870

عزیز من براکے،

اتحاد کے پروگرام پر حسب ذیل تنقیدی نوٹ پڑھ لینے کے بعد اتنی مہربانی کیجئے کہ گیب، آئر، بیبل اور لیبکنیخت کو ایک نظر ڈالنے کے لئے بھیج دیجئے۔ میں کام میں بری طرح پھنسا ہوا ہوں اور ڈاکٹروں نے کام کی جو حدود میرے لئے مقرر کر رکھی ہیں، ان سے گزر جانے پر مجبور ہوتا ہوں۔ چناچہ اتنے سارے کاغذ سیاہ کرنا میرے لئے ہرگز "راحت" کا سامان نہیں ہے۔ لیکن اس کی ضرورت یوں آ پڑی کہ کہیں ہمارے پارٹی والے دوست، جنہیں باخبر کرنے کے لئے یہ تحریر بھیج رہا ہوں، وہ آگے چل کر جو قدم مجھے اٹھانے ہیں، ان کا غلط مطلب نہ نکال لیں۔ میرا اشارہ ہے اس مختصر اعلان سے جو اینگلز اور میں، ہم دونوں اس اتحاد کانگرس کے بعد شائع کریں گے اور جتا دیں گے کہ اس اصولی پروگرام سے ہمارا دور دور کوئی واسطہ نہیں، اس میں ہماری کوئی شرکت نہیں۔

یہ جتانا لازمی ہے، اس لئے کہ غیر ملکوں میں پارٹی کے دشمنوں نے بڑی کاوش سے یہ خیال پھیلا رکھا ہے کہ ہم یہاں سے خفیہ طور پر وہ تحریک چلوا رہے ہیں جسے آئزی ناخ پارٹی (5) کہتے ہیں۔ حال میں ہی ایک کتاب (6) روسی زبان میں نکلی ہے جہاں باکونین نے پھر مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں پارٹی کے ان تمام پروگراموں کا ہی جوابدہ نہیں بلکہ لیبکنیخت نے عوامی پارٹی میں شریک ہونے کے بعد سے جو جو قدم اٹھایا، اس کی ذمہ داری بھی مجھ پر آتی ہے۔

علاوہ ازیں میرا فرض اجازت نہیں دیتا کہ مصلحت آمیز خاموشی سے ہی سہی، لیکن ایسے پروگرام کو گلے اتارلوں جو میری رائے میں قطعی کسی کام کا نہیں اور پارٹی کو پست ہمت کرنے والا ہے۔ اصل تحریک کا ایک قدم بھی درجن بھر پروگراموں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے اگر ممکن نہ ہوتا اور حالات اجازت نہ دیتے کہ آئزی ناخ پارٹی کے پروگرام سے آگے قدم بڑھایا جائے، تب بھی چاہئے تھا کہ مشترک دشمن کے خلاف کارروائی کے سیدھے سادے فیصلے پر منظوری حاصل کی جائے۔ مگر جب اصولی پروگرام طے کئے جائیں (حالانکہ یہ کام تب تک کے لئے ملتوی رکھنا چاہئے جب مشترکہ سرگرمی کا ایک عرصہ گزار لینے سے وہ خود ابھر کر آئے ہوں) تو ساری دنیا کے سامنے ایسے نشان پیش کرنا لازم ہے جن پر لوگ فیصلہ کریں گے کہ پارٹی تحریک کا معیار کیا ہے۔

لاسال والے خیالات کے لیڈر اس لئے ہمارے پاس آئے کہ حالات نے انھیں اس پر مجبور کیا تھا۔ اگر انھیں پہلے سے بتا دیا جاتا کہ اصولوں کے معاملے میں کوئی سودے بازی نہیں کی جائے گی تو وہ عملی کارروائی کے پروگرام پر، یا مشترکہ عمل کے تنظیمی پلان پر ضرور قناعت کر لیتے۔ اس کے بجائے ہوا کیا، کہ انھیں اپنی پارٹی کے احکام سے لیس ہو کر آنے کی اجازت دی جاتی ہے، اور اپنے اوپر ان احکام کی پابندی تسلیم کر لی جاتی ہے، یعنی بلاشرط ان لوگوں کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا جاتا ہے جو خود مدد کے طلبگار تھے۔ ان سب باتوں پر طرہ یہ کہ وہ لوگ سمجھوتے کی کانگرس ہونے سے پہلے ہی اپنی کانگرس طلب کر رہے ہیں، حالانکہ اپنی پارٹی نے کانگرس طلب کی ہے صرف post fesfum (تعطیل کے بعد، ذرا دیر سے) (7)۔ ظاہر بات ہے کہ ہر قسم کی تنقید کی کاٹ کرنے کے لئے یہ تدبیر کی گئی ہے، اور پارٹی کو سوچ بچار کا کوئی موقع نہیں ملنے دیا گیا۔ یہ صحیح ہے کہ مزدوروں کو خود اتنے ہی میں تشفی ہوگئی کہ اتحاد ہونے والا ہے، لیکن وہ لوگ غلطی پر ہیں جو سوچتے ہیں کہ یہ وقتی کامیابی بہت مہنگی نہیں پڑی۔

بہر حال اس پروگرام سے کچھ کام نکلنے والا اور لاسال کے ایمان کی تائید سے بھی کچھ بنتا بگڑتا نہیں۔

میں آپ کو کتاب "سرمایہ" کے فرانسیسی ایڈیشن کے آخری حصے عنقریب بھیجوں گا۔ فرانسیسی حکومت کی طرف سے پابندی لگنے کے باعث اس کی طباعت کافی عرصے کے لئے رک گئی تھی۔ اب یا تو اسی ہفتے ورنہ اگلے ہفتے کے شروع میں کتاب چھپ کر تیار ہو جائے گی۔ اس سے پہلے کے چھ حصے آپ کو مل چکے ہیں؟ براہ کرم مجھے برن ہارڈ بیکر کا پتہ بھیج دیجئے کیوں کہ انہیں بھی کتاب کے آخری حصے بھیجنے ہیں۔ "Volksstaat" اشاعت گھر کے اپنے کچھ طور طریقے ہیں۔ مثلاً انہوں نے اب تک مجھے "کولون کیمونسٹ مقدمے" (* کارل مارکس "کولون میں کیمونسٹ مقدمہ، بے نقاب"۔) کی ایک کاپی بھی نہیں بھیجی ہے۔

دل سے آپ کا خیر خواہ

کارل مارکس

KARL MARX

کارل مارکس

جرمن مزدور پارٹی کے پروگرام پر ایک نظر

1870

1۔ "لیبر ہر قسم کی دولت کا، ہر طرح کے کلچر کا سرچشمہ ہے۔ اور چونکہ فائدہ مند لیبر صرف سماج میں اور سماج کے ذریعے ہی ممکن ہے تو اس کا حاصل بھی کٹوتی کے بغیر اور برابر کے حق سے سماج کے سب مبروں کو پہنچتا ہے۔"

پیراگراف کا پہلا حصہ: " لیبر ہر قسم کی دولت کا، ہر طرح کے کلچر کا سرچشمہ ہے۔"

لیبر ہر قسم کی دولت کا سرچشمہ نہیں ہوتی۔ نیچر بھی استعمالی قدروں کا اتنا ہی سرچشمہ ہے، (مادی دولت آخر انہی استعمالی قدروں سے بنتی ہے) جتنا لیبر، کیونکہ وہ بھی تو قدرتی طاقتوں میں سے ایک مظہر ہے۔ انسان کی محنت کرنے کی طاقت۔ اوپر کا یہ جملہ آپ کو بچوں کی کسی بھی ابتدائی کتاب میں مل جائے گا، اور وہ اس حد تک درست بھی ہے جہاں فقط مطلب یہ ہو کہ محنت اپنی ضرورت کے سروسامان اور اوزاروں کی بدولت عمل میں آتی ہے لیکن سوشلسٹ پروگرام میں اس قسم کے بورژوا جملوں کو ان شرطوں کے بڑھائے بغیر دخیل نہیں ہونا چاہئے جو انہیں بامعنی بناتی ہیں۔ محنت کے تمام سروسامان اور ذریعوں کے اولین سرچشمے، یعنی قدرت کے ساتھ آدمی کا برتاؤ جہاں تک کہ خود اپنی ملکیت کا سا ہوتا ہے، وہ قدرت کے ساتھ یوں پیش آتا ہے کہ یہ اس کی اپنی ہی چیز ہے، تو وہیں تک اس کی محنت استعمالی قدروں کا، یا بالآخر دولت کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ بورژوازی نے یہ جتانے کی معقول وجہیں گھڑ رکھی ہیں کہ گویا محنت میں قدرت سے برتر کوئی تخلیقی طاقت ہوتی ہے، بس جب محنت ایک قدرتی چیز ٹھہری تو اس سے یہ نکلا کہ انسان اپنی قوت محنت کے علاوہ کسی اور چیز کا مالک ومختار نہ ہوتے ہوئے بھی ہر قسم کی سماجی یا تہذیبی حالت میں غیروں کی غلامی پر مجبور رہے، ان غیروں کی غلامی پر، جو محنت کی مادی ضروریات کے مالک بن چکے ہیں۔ صرف انہیں کی اجازت سے وہ کام کر سکتا ہے، یا یوں کہیے کہ صرف انہی کی منظوری سے زندگی گزار سکتا ہے۔

اچھا تو یہ جملہ، اپنی اصلی حالت میں، اسی گری پڑی حالت میں رہنے دیں۔ ہمیں اس بیان سے کس نتیجے کی امید رکھنی چاہئے تھی؟ اس نتیجے کی کہ:

"چونکہ لیبر ہر قسم کی دولت کا سرچشمہ ہے تو سماج کا کوئی ممبر بھی جو دولت پر ہاتھ ڈالے گا وہ محنت کی تیار کی ہوئی چیز کے سوا کچھ اور نہ ہوگی۔ اگر وہ خود کام نہیں کرتا تو دوسرے کی محنت پر جیتا ہے۔ اور اسی طرح اپنا کلچر بھی وہ دوسرے کی محنت سے ہی حاصل کرتا ہے۔"

اس کے بجائے "چونکہ" کی میخ لگا کر پہلے جملے کو دوسرے جملے سے اس طرح جوڑ دیا گیا کہ جو نتیجہ نکالنا ہے وہ دوسرے جملے سے نکلے، پہلے سے نہیں۔

پیراگراف کا دوسرا حصہ: "فائدہ مند لیبر صرف سماج میں اور سماج کے ذریعے ہی ممکن ہے۔"

پہلے والے کلیے کی رو سے لیبر ہی سرچشمہ تھا ہر قسم کی دولت اور ہر طرح کے کلچر کا لہٰذا لیبر کے بغیر کوئی سماج ممکن نہ ہونا چاہئے۔ لیکن یہاں الٹا معاملہ ہے، ہمیں بتایا گیا کہ کوئی فائدہ مند لیبر ممکن نہیں ہے بغیر سماج کے۔

اسی خوبی کے ساتھ یوں بھی کہا جا سکتا تھا کہ صرف سماج میں یہ ممکن ہے کہ بے فائدہ بلکہ سماج کے لئے نقصان دہ لیبر صنعت کی ایک شاخ بن جائے اور صرف سماج میں ہی بغیر کچھ کئے جینا ممکن ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ فلسفی روسو کا پورا بیان نقل کیا جا سکتا تھا۔

اور یہ "فائدہ مند" لیبر کیا ہوتی ہے؟ وہی جو مطلوبہ مفید نتیجہ پیدا کرے۔ تو اس حساب سے وہ وحشی آدمی (انسان جب بندر کے مرحلے سے گزرا تو وحشی آدمی کے درجے میں آیا) جو پتھر سے جانور مار لے یا پھل بٹورا کرے وغیرہ، وہ بھی "فائدہ مند" لیبر کرنے والا ٹھہرا۔

تیسرے۔ اس کا یہ نتیجہ کہ:

چونکہ فائدہ مند لیبر صرف سماج میں اور سماج کے ذریعے ہی ممکن ہے تو اس کا حاصل بھی کٹوتی کے بغیر اور برابر کے حق سے سماج کے سب ممبروں کو پہنچتا ہے۔"

کیا خوب نتیجہ ہے! اگر فائدہ مند لیبر صرف سماج میں اور سماج کے ذریعے ہی ممکن ہے تو اس کا حاصل بھی سماج کو پہنچتا ہے اور الگ الگ مزدور کو اس آمدنی کا صرف اتنا حصہ ملے گا جو محنت کی "ضروری شرط" یعنی سماج کو باقی رکھنے کے لئے درکار نہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں، اس وقت کے سماجی ڈھانچے کے حامیوں کی طرف سے یہی کلیہ آگے بڑھایا گیا ہے۔ سب سے اول تو یہ دعوے حکومت کی طرف سے اور جو بھی حکومت سے وابستہ ہے، ان کی طرف سے کئے جاتے ہیں، کیونکہ حکومت وہ سماجی ادارہ ہے جو کسی سماجی نظام کو چلانے کے لئے بنتا ہے۔ بعد میں طرح طرح کی ذاتی ملکیت کے دعوے آتے ہیں کیونکہ مختلف قسموں کی ذاتی ملکیت گویا سماج کی جڑ بنیاد ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ کھوکھلے جملے ایسے ہیں کہ توڑ مروڑ کر، جو جی چاہے معنی نکال لیجئے۔ پیراگراف کے پہلے اور دوسرے

حصے میں اگر کوئی بامعنی تعلق بنتا ہے تو لفظوں کی اس ترتیب کے ساتھ کہ :

"محنت، صرف سماجی محنت کی حیثیت سے دولت اور تہذیب کا سرچشمہ بنتی ہے "یا اسی کو یوں کہہ لیجئے کہ "سماج میں اور سماج کے ذریعے۔"

یہ کلیہ بے شک درست ہے کیوں کہ آدمی کی الگ تھلگ محنت سے (اس کے مادی حالات ذہن میں رکھتے ہوئے) استعمالی قدریں تو ضرور پیدا ہوتی ہیں، لیکن وہ نہ دولت پیدا کر سکتی ہیں، نہ تہذیب۔ اسی طرح دوسرے جملے میں شک کی گنجائش نہیں رہتی جو یوں ہوگا کہ :

"محنت سماجی حیثیت سے جوں جوں بڑھتی جائے گی اور دولت و تہذیب کا سرچشمہ بنتی جائے گی، اسی نسبت سے محنت کش کے حصے میں غریبی اور محتاجی بڑھے گی اور محنت نہ کرنے والوں کے حق میں دولت اور تہذیب۔"

آج تک کی تاریخ کا یہی اصول رہا ہے، چنانچہ "محنت" اور "سماج" کے بارے میں گول مول لفظ کہنے کے بجائے صاف صاف ثابت کرنا چاہئے تھا کہ موجودہ سرمایہ داری سماج میں آخر وہ مادی اور دوسرے حالات جنم لے چکے ہیں جو محنت کشوں کو اس پر آمادہ اور کمربستہ کرتے ہیں کہ وہ اس سماجی لعنت کا خاتمہ کر دیں۔

اصل میں یہ سارا پیراگراف، جو صورت میں ناہموار اور معنی میں ناقص ہے، یہاں صرف اسی غرض سے آیا کہ لاسال کا فارمولا "محنت کی آمدنی کٹوتی کے بغیر" نعرے کی حیثیت سے پارٹی کے پرچم پر چڑھا دیا جائے۔ "محنت کی آمدنی"، "مساوی حق" وغیرہ سے میں بعد میں بھی بحث کروں گا کیونکہ یہی چیزیں کسی قدر دوسری شکل میں آگے بھی ملتی ہیں۔

2۔ "موجودہ سماج میں محنت کے ذرائع سرمایہ دار طبقے کا اجارہ بن چکے ہیں۔ یوں مزدور طبقے کا پابند ہو کر رہ جانا ہی ہر رنگ کی محتاجی اور ماتحتی کا سبب ہوتا ہے۔"

یہ جملہ جو انٹرنیشنل کے بنیادی قاعدوں سے لیا گیا تھا، اصلاح کی ہوئی صورت میں غلط ہو جاتا ہے۔

آج کل کے سماج میں محنت کے ذرائع پر صاحب جائیداد لوگوں اور سرمایہ داروں کا اجارہ ہے (زمین جائیدار کا اجارہ خود سرمائے کے اجارے کی بنیاد ہے)۔ انٹرنیشنل کے بنیادی قاعدوں میں اس مضمون کا جو نقطہ ہے، وہاں نہ اجارے داروں کے ایک طبقے کا ذکر ہے، نہ دوسرے کا۔ وہاں "محنت کے ذرائع، یعنی زندگی کے سرچشموں کی اجارہ داریوں" کے لفظ آئے ہیں۔ "زندگی کے سرچشموں کی اجارہ داریوں" کا ٹکڑا بڑھا کر صاف طور سے یہ جتا دیا گیا ہے کہ محنت کے ذرائع میں زمین بھی شامل ہے۔

اصلاح کی ضرورت یوں پیش آئی ہوگی کہ لاسال ایسی وجہوں سے، جو اب سب کے علم میں آ چکی ہیں، صرف سرمایہ داروں کے طبقے کو اپنے حملے کا نشانہ بنایا کرتا تھا، صاحب جائیدار طبقے کو نہیں۔ انگلستان میں سرمایہ دار زیادہ تر زمین کے اس ٹکڑے کا بھی مالک نہیں ہوتا جس پر اس کی فیکٹری ہو۔

3۔ "محنت کے سر سے بوجھ اتارنے کا تقاضا ہے کہ محنت کے ذرائع کو سارے سماج کی مشترکہ ملکیت کی طرف بڑھایا جائے اور پوری لیبر کے لئے باہمی شرکت کے قاعدے ہوں تا کہ محنت کا حاصل منصفانہ تقسیم کیا جائے۔

"محنت کے ذرائع سارے سماج کی مشترکہ ملکیت کی طرف بڑھانا" (!) کیا مطلب ہے؟ غالباً کہنا یہ ہے کہ انہیں "سارے سماج کی مشترکہ ملکیت میں ڈھال دیا جائے۔" خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ "محنت کا حاصل" یا آمدنی ہے کیا؟ محنت سے جو سامان تیار کیا جائے وہ یا اس کی ویلیو؟ اگر مطلب ویلیو سے ہے تو کون سی؟ سامان کی پوری ویلیو یا ویلیو کا صرف اتنا حصہ جو کام میں لگنے والے ذرائع پیداوار کی ویلیو میں محنت نے آخر میں بڑھایا ہے؟

"محنت کا حاصل" یا آمدنی ایک ڈھیلا ڈھالا تصور جسے لاسال نے باضابطہ معاشی تصور کی جگہ اختیار کر لیا تھا۔

پھر یہ "منصفانہ تقسیم" کیا ہوئی؟

کیا بورژوا یہی دعویٰ نہیں کرتا کہ موجودہ تقسیم منصفانہ ہے؟ اور پیداوار کے موجودہ طریق کو دیکھتے ہوئے کیا واقعی صرف اسی تقسیم کے "منصفانہ" ہونے سے کیس کو انکار ہو سکتا ہے؟ کیا معاشی رشتے قانونی تصورات کے پابند ہوتے ہیں؟ یا اس کے برعکس ایسا نہیں ہوتا کہ قانونی رشتے معاشی رشتوں سے پیدا ہوئے ہوں؟ اور کیا خود مختلف سوشلسٹ فرقہ بندیوں میں اس "منصفانہ" تقسیم پر طرح طرح کے خیالات نہیں پائے جاتے؟

"منصفانہ تقسیم" کا یہاں جو مطلب ہے، اسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے پیراگراف کو اس پیراگراف سے ملا کر پڑھا جائے۔ تیسرے پیراگراف کا کہنا ہے کہ ایسا سماج ہو جس میں "محنت کے ذرائع مشترکہ ملکیت ہوں اور پوری لیبر کے لئے باہمی شرکت کے قاعدے ہوں" اور پہلے پیراگراف میں ہم دیکھتے ہیں کہ "محنت کا حاصل بھی کٹوتی کے بغیر اور برابر کے حق سے سماج کے سب ممبروں کو پہنچتا ہے۔"

"سماج کے سب ممبروں کو پہنچتا ہے" ان کو بھی جو کام نہیں کرتے؟ تو پھر "محنت کا حاصل کٹوتی کے بغیر" کہاں رہا؟ اور اگر صرف کام کرنے والوں کو؟ تو پھر سماج کے ممبروں کا "برابر حق" کدھر گیا؟

پتہ چلا کہ "سماج کے سب ممبر" "برابر کا حق" یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کیمونسٹ سماج میں ہر ایک محنت کرنے والے کو لاسال کا بیان کردہ "کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل" وصول ہونا چاہئے۔

اور اگر ہم "محنت کا حاصل" کا یہ مطلب نکالیں کہ محنت سے تیار کیا ہوا سامان، تو مل جل کر کی ہوئی محنت کا حاصل وہ ہو جو سماج کی ساری کی ساری پیداوار ہے۔

اس ساری پیداوار میں سے اول تو وہ حصہ منہا کر دیں جو کھپے ہوئے ذرائع پیداوار کی کمی پوری کرنے کو رکھا جاتا ہے۔

دوسرے وہ حصہ نکال دیں جو پیداوار کو مزید پھیلانے کے لئے اوپر سے لگایا جاتا ہے۔

تیسرے ریز رو میں، یا ضرورت کے وقت کام آنے والا وہ ذخیرہ بھی الگ کرنا ہوگا جو برا وقت پڑنے پر نکالا جاتا ہے۔

" کٹوتی کے بغیر محنت کے حاصل " میں سے یہ سب حصے نکالنا ایک اقتصادی مجبوری ہے اور ان کی کمی پیشی اس پر منحصر ہے کہ ذرائع اور قوتیں کیسی ہیں اور کسی حد تک قیاس اور تخمینے سے کام لیا جاتا ہے لیکن کسی صورت میں بھی منصفانہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اب باقی رہا ساری پیداوار کا دوسرا حصہ، جسے ضروریات زندگی کے سامان کی حیثیت سے خرچ ہونا ہے۔

اول تو انتظامیہ کے وہ عام خرچے، جنہیں پیداوار کے عمل سے براہ راست کوئی واسطہ نہیں۔

آج کے سماج میں اس مد پر جتنا خرچ ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں تو شروع سے ہی بہت کم ہو جائے گا، اور نئے سماج کے بڑھنے کی رفتار کے ساتھ برابر کم ہوتا چلا جائے گا۔

دوسرے وہ جو ضروریات کی مشترکہ طلب پوری کرنے پر لگنا ہے، مثلاً سکول، ہسپتال وغیرہ۔

آج کے سماج میں اس مد پر جتنا خرچ ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں تو شروع سے ہی زیادہ ہو جائے گا اور نئے سماج کے بڑھنے کر رفتار کے ساتھ وہ بھی برابر بڑھتا جائے گا۔

تیسرے وہ فنڈ جو محنت سے معذور لوگوں اور دوسروں کے لئے الگ کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ جسے آج کل غریبوں کی سرکاری امداد کے نام سے الگ کرتے ہیں۔

یہ سب حصے نکال چکنے کے بعد ہم کہیں اس " تقسیم " پر آتے ہیں جسے گوتھا پروگرام نے لاسال کے اثر میں اتنے تنگ دائرے میں پیش نظر رکھا ہے، یعنی ضروریات زندگی کا سامان کا وہ حصہ جس میں کوآپریٹو سوسائٹی کے کام کرنے والے اپنا حصہ بٹائیں گے۔

" کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل " یوں چپ چاپ " کٹتا " چلا گیا، البتہ یہ ہوا کہ سامان تیار کرنے والے کو بحیثیت ایک فرد کے جو کچھ اپنے حق میں سے کٹوانا پڑا، وہ سماج کے ایک ممبر کی حیثیت سے اسی کے حق میں براہ راست یا بالواسطہ استعمال بھی ہو گیا۔

جس طرح " کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل " والا جملہ غائب ہو گیا، اسی طرح اب " محنت کا حاصل " بھی کافور ہوتا ہے۔

اس سماج میں، جس کی بنیاد امداد باہمی (کوآپریٹو) پر ہو، ذرائع پیداوار مشترکہ ملکیت پر ہو، سامان تیار کرنے والے اپنے سامان کا باہمی تبادلہ نہیں کیا کرتے۔ سامان کی تیاری میں جو محنت لگی ہے وہ یہاں اس کی ویلیو کی حیثیت میں نہیں ابھرنے پاتی، نہ وہ اس سامان کی خصوصیات یا خوبی کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ کہ سرمایہ داری سماج کے ڈھنگ پر انفرادی محنت گھوم پھر کر جو حیثیت رکھتی تھی، اب اس کے برخلاف مل جل کر کی ہوئی محنت کا براہ راست ایک جزو بن جاتی ہے۔ یوں لفظ " محنت کا حاصل " کہنا آج کل اپنے دو رخے معنی کی بنا پر بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا اور بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

جس کمیونسٹ سماج سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے، وہ خود اپنی بنیاد پر نہیں اٹھا، بلکہ اس کے برخلاف ایسا کمیونسٹ سماج ہے جو سرمایہ داری سماج میں سے ابھرا ہے اور اس لئے ہر معاملے میں، چاہے وہ معاشی ہو، اخلاقی یا ذہنی، بہر حال اسی پرانے سماج کے پیدائشی داغ دھبے پڑے رہ جاتے ہیں جس کی کوکھ سے اس نے جنم لیا ہے۔ اس کے مطابق ہوگا یہ کہ سامان تیار کرنے والے ایک ایک آدمی کو سماج سے سب کٹوتیوں کے بعد جو کچھ وصول ہونا ہے وہی اس قدر ہے جتنا وہ خود سماج کو دیتا ہے۔ اس کی اپنی انفرادی محنت، سوسائٹی میں اس کا حصہ ہے۔ مثال کے طور پر، سماجی محنت کا ایک دن وہ مقدار ہے جس میں انفرادی محنت کے سارے گھنٹے یکجا ہوتے ہیں۔ ہر ایک پیداواری آدمی نے الگ الگ جو وقت محنت کھپایا وہ سماجی محنت کے ایک دن میں اس کی شرکت یا اس کا لگایا ہوا حصہ ہے۔ معاشرہ اس کو رسید دیتا ہے کہ اس شخص نے محنت کی اتنی مقدار کھپائی ہے (مشترکہ فنڈ کا حصہ اس میں سے منہا کر دیا جاتا ہے) اس رسید کے مطابق سماجی ذخیروں میں سے اس قدر سامان ضرورت وصول پاتا ہے جس کی تیاری میں اتنی ہی محنت کھپی ہوئی ہے۔ محنت کی اتنی ہی مقدار، جو ایک شکل میں سماج کو دی تھی، دوسری شکل میں اسے وصول ہو جاتی ہے۔

ظاہر بات ہے یہاں بھی وہی اصول کار فرما ہم جو مالوں کے تبادلوں پر حاوی ہوتا ہے، وجہ یہ کہ یہاں بھی برابر کی قدروں کا مبادلہ ہوتا ہے۔ یہاں واقعے کا ظاہر و باطن بدل گیا کیونکہ بدلے ہوئے حالات میں کوئی شخص بھی سوائے اپنی محنت کے کچھ نہیں دے سکتا، اور الگ الگ آدمیوں کے ذاتی حصے میں سوائے ذاتی سامان ضرورت کے اور کچھ نہیں آ سکتا۔ مگر سامان تیار کرنے والے الگ الگ آدمیوں میں جہاں تک سامان ضرورت کی تقسیم کا سوال ہے، تو یہاں بھی وہی اصول کار فرما ہوگا جو برابر مالیت والے مالوں کے تبادلے میں ہوتا آیا تھا کہ : کسی ایک شکل میں محنت کی ایک مقررہ مقدار کسی دوسری شکل میں محنت کی اتنی ہی مقدار سے بدلی جائے۔

لہٰذا برابر کا حق یہاں اصولی طور پر وہی بورژوائی حق رہتا ہے، اگرچہ اب اصول اور عمل کو وہ ٹکراؤ نہیں رہتا، جب کہ مالوں کے مبادلے والی صورت میں برابر کی مالیت کا مبادلہ الگ الگ نہیں، بلکہ اوسط میں پڑتا تھا۔

ترقی ضرور ہوئی لیکن اس کے باوجود برابر کا حق ایک حیثیت سے بورژوائی حد بندی کا پابند ہی رہا۔ سامان تیار کرنے والے کو اس کی محنت کے حساب سے حق ملا۔ برابری صرف اس بات میں رہی کہ سب کا ماپ برابر کا ہے، یعنی محنت۔

مگر ایک شخص جسمانی یا ذہنی طور پر دوسرے سے بہتر ہے، چنانچہ یا تو اتنے ہی وقت میں زیادہ محنت دیتا ہے، یا زیادہ وقت تک محنت کرنے کے قابل ہے۔ اور محنت ہی چونکہ ایک پیمانہ ہے تو وہ پھیلاؤ یا گہرائی میں سب کے لئے یکساں ہونی چاہئے ورنہ وہ ماپ کے کام نہیں آ سکتی۔ لہٰذا یہ جو برابر کا حق تھا، یہی نابرابر محنت کے لئے نابرابری کا حق ٹھہرا۔ یہ حق طبقوں کی

اونچ نیچ کو نہیں مانتا کیونکہ اس کے سامنے ہر شخص کے حیثیت اوروں کی طرح کام کرنے والے کی ہے، لیکن خاموشی سے ایک فرق کو مانتا ہے کہ آدمی کی لیاقت ایک سی نہیں ہوتی، نتیجہ یہ کہ کام کی صلاحیت میں اونچ نیچ ہونا قدرتی بات ہے۔ لہٰذا اندر سے نابرابری کا حق ہے جیسے کہ اور حق ہوتے ہیں۔ اپنی فطرت سے حق صرف اسی میں ہے کہ سب کے لئے ایک پیمانہ اختیار کیا جائے۔ لیکن افراد برابر نہ ہونے پر (اگر وہ برابر نہ ہوتے تو ایک دوسرے سے مختلف ہی کیوں ہوتے) سب کے ایک پیمانے سے تبھی ناپا جا سکتا ہے جب انہیں صرف ایک نقطہ نظر سے دیکھا جائے، ان پر کسی ایک خاص پہلو سے ہی نظر ڈالی جائے، مثلاً سوال زیر بحث میں انہیں صرف محنت کرنے والے کی حیثیت سے تولا جائے، اس کے علاوہ کوئی اور حیثیت نظر میں نہ ہو، باقی تمام صفات نظر انداز کر دی جائیں۔ آگے چلئے، ایک شادی شدہ ہے، دوسرا نہیں ہے، ایک کے زیادہ بچے ہیں، دوسرے کے کم، وغیرہ وغیرہ۔ برابر کی محنت کرنے پر، یا یوں لیجئے کہ سماجی ضروریات کے فنڈ میں سے برابر کا حصہ پانے پر دراصل ایک کو زیادہ ملتا ہے، دوسرے کو اس سے کم، یعنی ایک کی مالی حالت دوسرے سے بہتر رہتی ہے۔ اسی پر اور قیاس کر لیجئے۔ ان تمام الجھنوں سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ حق برابر ہونے کی بجائے نابرابر رہنا چاہئے۔

کمیونسٹ سماج کے پہلے دور میں ان خامیوں سے مفر نہیں ہے، اس حالت میں جب وہ سرمایہ داری سماج کے دردزہ کی مصیبت دیر تک بھگتنے کے بعد جنم لے گا۔ حق کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو معاشی نظام سے اور اس نظام کے لائے ہوئے سماج کی تہذیبی ترقی سے بالاتر ہو۔ کمیونسٹ سماج کے اعلیٰ دور میں، جب آدمی کو محنت کی تقسیم کے شکنجے میں کسنا ختم ہو جائے گا، جب تقسیم محنت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور جسمانی محنت کی لاگ ڈانٹ جاتی رہے گی، جب محنت صرف زندگی باقی رکھنے کا ذریعہ نہ رہ جائے گی، بلکہ زندگی کا اولین تقاضا بن چکی ہوگی، جب فرد کی ہر پہلو، ہر جہت سے ترقی کے دوش بدوش پیداواری طاقتیں بھی بڑھ چکی ہوں گی اور سماجی دولت کے سارے ندی نالے مل کر ایک بھرپور دھارا بن چکے ہوں گے، تب جا کر بورژوا حق کے تنگ دائرے سے نجات ملے گی اور سماج اپنے پرچم پر یہ اعلان لکھ سکے گا: ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق کرے، ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق ملے۔

ایک طرف " کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل " پر میں نے بڑی تفصیل سے کام لیا ہے۔ مقصد یہ دکھانا تھا کہ ایک تو یہی جرم ہے کہ ہماری پارٹی کے سر ہو خیالات اٹل عقیدے کی طرح پھر سے منڈھے جائیں جو کبھی کسی دور میں بامعنی تھے، لیکن وقت گزرنے پر اپنی وقعت اور معنویت بالکل کھو چکے ہیں، دوسرے، اس حقیقت پسندانہ خیال کو بگاڑنے کی بھی کوشش ہے جو بڑی مشکلوں کے بعد اب کہیں جا کر پارٹی کے ذہن نشین ہوا ہے اور جڑ پکڑ چکا ہے، تاکہ حقوق وغیرہ کی فضول نظریاتی قسم کی باتیں بنا کر جو ڈیموکریٹوں اور فرانسیسی سوشلسٹوں کی پرانی عادت ہے، اس تصور میں الجھاؤ ڈال دیا جائے۔

اوپر جتنی کچھ بحث کی گئی ہے، اس سے قطع نظر یوں بھی نام نہاد تقسیم پر اس قدر زور دینا اور اسی کو خاص کر ابھارنا غلط ہے۔ سامان ضرورت کی تقسیم، چاہے وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو، ہمیشہ خود پیداواری اسباب کی تقسیم سے صرف طریق پیداوار کی بنیاد اس حقیقت پر رکھی ہوئی ہے کہ پیداوار کے مادی اسباب، سرمائے اور زمین جائداد کی شکل میں ان لوگوں کے ہاتھ ہوتے ہیں جو خود مزدور نہیں ہوتے اور عام لوگ پیداوار کے صرف ذاتی اسباب کے، یعنی قوت محنت کے مالک ہوتے ہیں، اگر پیداوار کے عناصر اس طرح بٹے ہوئے ہیں تو سامان ضرورت کی موجودہ تقسیم خود بخود ہو جاتی ہے۔ اور اگر پیداوار کے مادی اسباب خود مزدوروں کی باہمی ملکیت میں ہوں تو اس سے جو سامان ضرورت کی تقسیم ہوگی وہ آج کل کی تقسیم سے مختلف ہوگی۔ گھٹیا سوشلزم نے بورژوا ماہرین معاشیات سے (اور جمہوریت ماننے والے بعض لوگوں نے وہاں سے) یہ سیکھا کہ تقسیم کو طریق پیداوار سے بے تعلق اور بے نیاز کر کے اس طرح دیکھا اور برتا جائے چنانچہ معاملے کو یوں پیش کرنا سیکھ گئے گویا سوشلزم زیادہ تر تقسیم کے سوال کے گرد گھومتا ہے۔ لیکن جب ان دونوں کا اصلی تعلق بہت زمانے پہلے واضح کیا جا چکا ہے تو اب اس کی طرف پلٹنے کی کیا ضرورت ہے؟

3۔ "محنت کے سر کا بوجھ اتارنا مزدور طبقے کا ہی کام ہونا چاہئے، جس کے تعلق سے باقی سارے طبقے صرف ایک رجعت پرست ہجوم رہ جاتے ہیں۔"

جملے کا پہلا ٹکڑا انٹرنیشنل کے دستور العمل کی تمہید سے لیا گیا ہے، لیکن اس پر بھی اصلاح کا قلم پھیر دیا گیا۔ وہاں یہ جملہ یوں تھا: "مزدور طبقے کے سر کا بوجھ اتارنا خود مزدوروں کا ہی کام ہونا چاہئے۔" (ملاحظہ ہو کارل مارکس کی تحریر "انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے دستور العمل") یہاں الٹا یہ کہا گیا کہ "مزدور طبقہ" آزاد کرے کس کو؟ - "محنت کو۔" یہ بھی کوئی بس کی بات ہے! جگہ بھرنے کی خاطر پہلے بیان کا توڑ بھی شامل کر لیا، یہ ہے کھرا جملہ جو لاسال کے ہاں سے لیا گیا ہے کہ "جس کے تعلق سے باقی سارے طبقے صرف ایک رجعت پرست ہجوم رہ جاتے ہیں۔

" کمیونسٹ مینی فسٹو" میں کہا گیا ہے: "بورژوا طبقے کے روبرو اس وقت جتنے طبقے کھڑے ہیں، ان سب میں ایک پرولتاریہ ہی حقیقت میں انقلابی ہے۔ دوسرے طبقے جدید صنعت کے مقابلے میں زوال پذیر اور بالآخر ناپید ہوتے جاتے ہیں۔ پرولتاریہ اس کی مخصوص اور لازمی پیداوار ہے۔"

یہاں اس بیان میں بورژوازی کو، جدید یا بھاری صنعت لانے والے کی حیثیت سے ایک انقلابی طبقہ قرار دیا گیا اقر جاگیرداروں اور درمیانی طبقوں کی نسبت سے ایسا کیا گیا ہے جن کی تمنا ہوتی ہے کہ اپنے دم قدم کے ساتھ وہ سماجی حیثیتیں بھی سنبھالے رہیں جو پرانے طریق پیداوار کی دین تھیں۔ چنانچہ وہ دونوں طبقے بورژوازی سمیت صرف ایک رجعت پرست ہجوم نہیں ہوتے ہیں۔

دوسری طرف پرولتاریہ ایک انقلابی طبقہ ہے بورژوازی کی نسبت سے کیوں کہ وہ بھاری صنعت کے بل پر ابھرتا ہے تو پیداوار پر سے وہ سرمایہ داری بندھن اتارنے کی فکر میں رہتا ہے جنہیں بورژوازی ہمیشہ بنائے رکھنا چاہتی ہے۔" کمیونسٹ مینی فسٹو" نے یہیں پر یہ بھی بڑھا دیا کہ "درمیانی طبقہ صرف یہی دیکھ کر کہ اس کے لئے پرولتاریہ کے ساتھ ملنے کی گھڑی قریب آ پہنچی ہے وہ انقلابی ہو جاتا ہے۔"

اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو یوں کہنے کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے کہ گویا مزدور طبقے کی نسبت سے یہ لوگ "بورژوازی کے ساتھ" بلکہ اور بڑھا دیجئے کہ جاگیرداروں کے ساتھ مل کر "صرف ایک رجعت پرست ہجوم رہ جاتے ہیں"۔

کیا پچھلے انتخابات کے موقع پر دستکاروں کو، چھوٹے موٹے کارخانہ داروں وغیرہ اور کسانوں کو خطاب کر کے یہی کہا گیا تھا کہ "ہماری نسبت سے آپ لوگ بورژوا اور جاگیرداروں سمیت صرف ایک رجعت پرست ہجوم بنتے ہیں"؟

لاسال کو" کمیونسٹ مینی فسٹو"اسی طرح زبانی یاد تھا جیسے اس کے چیلوں کو اپنے استاد کی حدیثیں یاد ہیں۔تب اگر اس نے "مینی فسٹو" کو بری طرح موڑا توڑا ہے تو صرف اس غرض سے تاکہ بورژوازی کے مقابلے پر کھڑے ہوئے من مانے فرماں رواؤں اور جاگیرداروں سے اپنے اتحاد کی سبیل نکال لے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا پیراگراف میں بڑی ہوشیاری سے لاسال کا قول بال باندھ کر اٹکا دیا گیا ہے حالانکہ اسے انٹرنیشنل کے دستورالعمل کے اس حوالے سے دور کا بھی کوئی سروکار نہیں تھا جس پر خواہ مخواہ" پھیرا گیا۔چنانچہ ہمارے سامنے جو چیز آئی وہ بے حیائی اور ان گھٹیا قسم کی شرارتوں میں سے ہے جن کا کاروبار برلن کا مراٹ کیا کرتا ہے۔(برلن کا مراٹ ایک طنزیہ اشارہ ہے ہاسسیل مان کی طرف، جو لاسال والوں کے ترجمان اخبار "Neuer Social Demokrat" کا چیف ایڈیٹر تھا۔(ایڈیٹر)

5۔"مزدور طبقہ اپنے سر کا بوجھ اتارنے کے لئے اول تو عہد حاضر کی قومی ریاست کے دائرے میں رہ کر کوشش کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ ان کوششوں کا لازمی نتیجہ، جو سارے مہذب ملکوں کے مزدوروں میں مشترکہ ہیں، یہ ہوگا کہ قوموں میں انٹرنیشنل برادری بنے۔"

" کمیونسٹ مینی فسٹو"اور پہلے کے تمام سوشلزم کے برخلاف لاسال نے مزدور تحریک کو نہایت ہی تنگ قومی نقطۂ نظر سے دیکھا تھا۔اب اسی کی نقالی کی جارہی ہے، وہ بھی اس وقت جب انٹرنیشنل اپنی کارگذاری دکھا چکا۔

یہ بات بغیر کہے ظاہر ہے کہ یوں بھی مزدور طبقے کو جنگی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے خود اپنے ملک میں طبقے کی حیثیت سے اپنے آپ کو منظم کرنا لازمی ہے اور خم ٹھونکنے کے لئے جو اکھاڑا سامنے ہے وہ خود اس کا ملک ہے۔یہاں تک تو اس کی طبقاتی جدوجہد قومی ہوتی ہے، اپنے باطن میں نہیں بلکہ " کمیونسٹ مینی فسٹو" کے بقول اپنے "شکل صورت میں" تاہم " آجکل کی قومی ریاست کا دائرہ" مثلاً جرمن سلطنت کا قومی دائرہ خود اقتصادی حیثیت سے "عالمی منڈی کے چار دیواری کے اندر" محدود ہوتا ہے اور سیاسی حیثیت سے وہ "ریاستی نظام حکومت کی حدوں میں" رہتا ہے۔ہر ایک بیوپاری واقف ہے کہ جرمنی کی تجارت جرمن ہونے کے ساتھ ساتھ غیر ملکی بھی ہے اور مسٹر بسمارک کی عظمت قطعی طور سے اس بات میں ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی انٹرنیشنل پالیسی بھی چلا رہے ہیں۔

جرمن مزدور پارٹی اپنی بین اقوامیت کدھر لے جارہی ہے؟اس شعور کی طرف کہ ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ " قوموں کی انٹرنیشنل بردری بنے"۔بورژوا انجمن "امن وآزادی کی لیگ"(8)کے یہاں سے مانگا ہوا یہ جملہ اس جملے کی جگہ بٹھایا جارہا ہے کہ حاکم طبقوں اور ان کی حکومتوں کے خلاف مشترکہ جدوجہد میں مختلف ملکوں کے مزدور طبقوں کی انٹرنیشنل برادری ہو۔چنانچہ جرمن مزدور طبقے کی انٹرنیشنل ذمہ داری کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا۔اس طرح سے وہ اپنے یہاں کی بورژوازی کو چیلنج کرنے چلے ہیں جو مزدور طبقے کے خلاف تمام ملکوں کی بورژوازی سے برادری کا رشتہ جوڑے ہوئے ہے اور یوں مسٹر بسمارک کی انٹرنیشنل سازشی پالیسی کا مقابلہ کیا جائے گا۔

سچ پوچھئے تو گوتھا پروگرام کی بین اقوامیت آزاد تجارت پارٹی کے انٹرنیشنلزم سے بھی نہایت پست سطح پر ہے۔وہ پارٹی بھی یہی دعویٰ کرتی ہے کہ اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ " قوموں کی انٹرنیشنل برادری بنے"وہ اس غرض سے کچھ نہ کچھ کرتی تو ہے کہ تجارت کو انٹرنیشنل بنائے اور صرف اس شعور سے مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ رہتی کہ سب قومیں اپنے اپنے یہاں تجارت کررہی ہیں۔مختلف ملکوں کے مزدور طبقے کی انٹرنیشنل سرگرمی ہرگز "انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن" کے وجود پر منحصر نہیں۔یہ تو صرف پہلی کوشش تھی تاکہ اس سرگرمی کے لئے ایک مرکزی ادارہ کھولا جائے،اس نے جو جھٹکا دیا وہ تو خیر ایک یادگار کامیابی ثابت ہوا،لیکن پیرس کمیون ٹوٹنے کے بعد اس کی اولین تاریخی شکل میں یہ کوشش آگے نہیں بڑھائی جاسکتی تھی۔بسمارک کا "Norddeutshe" (شمالی جرمن) بالکل حق بجانب تھا کہ اس نے اپنے مالک کی تسکین کے لئے باآواز بلند کہہ دیا کہ جرمن مزدور پارٹی اس نئے پروگرام میں انٹرنیشنلزم سے صاف انکاری ہے(9)۔

2

"ان اصولوں سے قدم اٹھا کر جرمن مزدور پارٹی تمام قانونی راستوں پر گزرتی ہوئی،آزاد ریاست اور اشتراکی سماج کی منزل کی جانب بڑھتی ہے کہ کام کی اجرت کا سسٹم اپنے آہنی قانون سمیت مٹادیا جائے اور ناجائز فائدہ اٹھانے کی ہر شکل کا خاتمہ ہوجائے؟ ہر قسم کی سماجی اور سیاسی نابرابری دور کردی جائے۔"

" آزاد" ریاست پر بحث زرا بعد میں کروں گا۔

تو اب جرمن مزدور پارٹی کو آئندہ لاسال والے " آہنی قانون " پر بھی ایمان لانا ہوگا! گوتھا پروگرام میں اس کی گنجائش نکالنے کے لئے ایک مہمل ٹکڑا بڑھایا گیا یہ کہہ کر کہ " کام کی اجرت کا سسٹم اپنے آہنی قانون سمیت مٹادیا جائے"(حالانکہ کہنا تھا "اجرتی محنت یا مزدوری کا سسٹم) اگر میں مزدوری کا سسٹم مٹاتا ہوں تو قدرتی بات ہے کہ اس کے قانون بھی مٹادیتا

ہوں، چاہے وہ آہنی" ہوں یا نرم پھوکے جیسے ہوں۔لیکن اجرتی محنت سے لاسال کی جنگ کم وبیش اسی نام نہاد قانون کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ چنانچہ صرف یہ دکھانے کے لئے کہ لاسال والے فرقے نے میدان مارلیا ہے" کام کی اجرت کا سسٹم "مٹایا جانا چاہئے "اپنے آہنی قانون سمیت"،اس کے بغیر نہیں۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ " کام کی اجرت کے آہنی قانون "والے ٹکڑے میں لفظ" آہنی "کے سوا لاسال کا کچھ بھی نہیں،اور یہ لفظ بھی گوئیٹے کی ایک نظم سے مستعار ہے، جہاں وہ کہتا ہے: "یہ اٹل،آہنی قانون"۔" آہنی"ایک بندھا ٹکا لفظ ہے جسے اہل ایمان قانون اور قانون میں شناخت کرتے ہیں۔اب اگر میں قانون کو اس کی لاسال والی چھاپ کے ساتھ قبول کرلوں، مطلب یہ کہ قانون کے وہی معنی ذہن میں رکھوں جو لاسال نے لئے ہیں تو مجھے اسی کے بتائے ہوئے متعلقات بھی ماننے پڑیں گے۔صورت کیا بنے گی؟ ابھی لاسال کے انتقال کو زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ لانگے نے ثابت کردیا (اورخود لانگے نے اسی کی تبلیغ بھی کی) کہ یہ نظریہ دراصل مالتھوس کا نظریہ آبادی ہے(10) اگر یہ نظریہ صحیح ہو، تب بھی میں اس" آہنی قانون" کو نہیں مٹا سکتا، چاہے اجرتی محنت سو بار مٹادوں، کیوں کہ قانون وہ ہے جو صرف اجرتی محنت کے سسٹم پر نہیں بلکہ ہر ایک سماجی نظام پر حاوی ہوتا ہے،ٹھیک اسی بنیاد پر کھڑے ہوکر ماہرین معاشیات پچھلے پچاس سال بلکہ اور زیادہ عرصے کہہ رہے ہیں کہ سوشلزم غریبی کو دور نہیں کرسکتا، کہ اس کی جڑیں تو فطرت میں پیوست ہیں، البتہ غریبی کو عام کرسکتا ہے، اسے سماج کی پوری سطح پر ایک ساتھ پھیلا سکتا ہے۔

لیکن اصل بحث یہ نہیں ہے۔لاسال نے قانون کا جو غلط مفہوم پیش کیا ہے، اس سے بالکل قطع نظر، صحیح معنوں میں تکلیف دہ پسپائی آگے دکھائی گئی ہے۔

لاسال کی موت کے بعد اس علمی تصور نے ہماری پارٹی کے اندر جگہ بنائی کہ اجرتیں وہ نہیں جو نظر آتی ہیں یعنی محنت کی ویلیو یا قیمت نہیں ہیں بلکہ قوت محنت کی ویلیو ے قیمت کی ایک در پردہ شکل ہیں۔ چنانچہ تب تک اجرت کا جو بورژوا تصور چلا آتا تھا، وہ اور اس پر جتنی کچھ نکتہ چینی ہو چکی تھی، وہ سب ہمیشہ کے لئے رد کردئے گئے اور یہ بات صاف ہوگئی کہ اجرت پر کام کرنے والے کو اپنی گزر اوقات کے یعنی زندہ رہنے کے لئے کام کرنے کی اجازت اسی وقت تک ہے جب وہ کچھ وقت بے معاوضہ کام بھی کرے سرمایہ دار کی خاطر (اور اسی میں یہ بھی کہ اور لوگ جو قدر زائد میں سرمایہ دار سے ساجھا کرتے ہیں، ان کی خاطر) ؟ اور یہ کہ پیداوار کا پورا سرمایہ دارانہ نظام اسی مفت کی محنت کو بڑھانے کی فکر میں رہتا ہے، یا تو کام کے گھنٹے بڑھا کر ،یا پیداواری طاقت بڑھا، یا یوں کہئے کہ محنت کی قوت میں شدت پیدا کرکے، وغیرہ؟ اور یہ کہ اجرت پر کام لینے والا سسٹم غلامی کا ہی ایک نظام رہتا ہے، ایسی غلامی کا نظام کہ لیبر کی سماجی پیداواری طاقتیں جوں جوں بڑھتی جاتی ہیں یہ غلامی بھی شدید ہوتی جاتی ہے، چاہے اس میں محنت کرنے والے کو اچھے دام ملتے ہوں یا برے۔ جب اجرتوں کے بارے میں یہ تصور ہماری پارٹی میں زیادہ سے زیادہ ذہن نشین ہو چکا تو اب لاسال کے اٹل عقیدے کی طرف الٹا رخ کیا جارہا ہے، حالانکہ یہ معلوم ہوجانا چاہئے تھا کہ لاسال کو خبر ہی نہ تھی کہ اجرت کیا ہوتی ہے، لیکن بورژوا ماہرین معاشیات کی دیکھا دیکھی اس نے بھی یہی روپ بھرا گویا معاملے کی تہہ میں اتر چکا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ان غلاموں میں جن پر غلامی کا راز کھل چکا، اور جنہوں نے شورش برپا کردی، ایک ایسا بھی ہے جو ابھی تک پرانے خیالات کے شکنجے میں پڑا ہوا شورش کے پروگرام میں یہ لکھ رہا ہے: غلامی کا خاتمہ ہونا چاہئے کیوں کہ غلامی کے نظام کے ہوتے غلاموں کا راشن ایک مقررہ حد سے اوپر نہیں جاسکتا، بلکہ جتنا بھی ہوسکے، کم رکھا جاتا ہے۔

یہی ایک بات کہ ہماری پارٹی کے نمائندوں کے ہاتھوں اس تصور پر جو پارٹی میں عام طور سے ذہن نشین ہو چکا ہے، ایسی مہلک ضرب لگائی جائے، کیا یہ ثابت نہیں کرتی کہ اس سمجھوتے کے پروگرام کی تیاری میں انہوں نے کس قدر مجرمانہ غفلت اور بے شعوری سے عمل کیا ہے۔

پیراگراف کے آخر میں اس مبہم سے جملے پر تمام کرنے کے بجائے کہ "ہر قسم کی سماجی اور سیاسی نابرابری کا خاتمہ کیا جائے "انہیں یوں کہنا چاہئے تھا کہ طبقاتی اونچ نیچ مٹنے کے ساتھ ساتھ،اس سے ابھرنے والی ہر قسم کی سماجی اور سیاسی نابرابری بھی آپ سے آپ دور ہوجائے گی۔

3

"سماجی مسئلے کے حل کا راستہ نکالنے کے لئے جرمن مزدور پارٹی کی مانگ ہے کہ سامان تیار کرنے والوں کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی جائیں جنہیں سرکاری امداد حاصل ہو اور محنت کرنے والوں کا جمہوری کنٹرول رہے۔ یہ کوآپریٹو سوسائٹیاں صنعت اور زراعت دونوں میں اتنے بڑے پیمانے پر وجود میں لائی جائیں کہ ان سے مجموعی محنت کی اشتراکی تنظیم ابھرے۔"

اجرت کا آہنی قانون" تو لاسال نے لگایا ہی تھا، اب زخم کا مرہم بھی اسی پیغمبر کے ہاں سے ملا۔"راستہ نکالنے " کی بہت معقول تجویز سوچی گئی۔موجودہ طبقاتی کشمکش کے بجائے اخباری قلم گھسیٹ جملہ جڑ دیا گیا ہے"سماجی مسئلہ "جس کے "حل کا" "راستہ نکالنا" ہے۔سماج کی انقلابی کایا پلٹ کے عمل کی جگہ " مجموعی محنت کی اشتراکی تنظیم" "ابھرتی" ہے" سرکاری امداد" سے، جو کوآپریٹو سوسائٹیوں کو دی جائے گی اور سرکار ہی کے سے دم سے "وہ وجود میں لائی جائیں گی"، مزدوروں کے دم سے نہیں۔لاسال کی خیال آرائی کے عین مطابق ہے یہ بات گویا سرکاری امدادی رقم سے نیا سماج اسی آسانی کے ساتھ بن کر تیار ہوجائے گا جیسے نئی ریلوے لائن بنتی ہے۔

شرم سے جو تلچھٹ رہ گئی تو"سرکاری امداد" کو"محنت کرنے والوں "کے جمہوری کنٹرول میں دے دیا گیا۔

اول تو یہ کہ "محنت کرنے والوں" کی اکثریت جرمنی میں کسانوں کی ہے، پرولتاریوں کی نہیں۔

دوسرے یہ کہ لفظ "جمہوری" کا مطلب جرمن میں "Voldsherr schaftlich" (یعنی جمہور کے ہاتھ میں طاقت) ہوتا ہے۔سوال ہوگا کہ "محنت کرنے والے جمہور کے ہاتھ میں طاقت کا کنٹرول،" کیا معنی؟ خاص کر ان محنت کرنے والوں کے معاملے میں، جو ریاست کے سامنے اپنی مانگ پیش کر کے پوری طرح یہ مان رہے ہیں کہ نہ تو ان کے ہاتھ میں طاقت ہے، نہ وہ طاقت لینے کے قابل ہوئے ہیں۔

یہاں اس نسخے کی تنقیح غیر ضروری معلوم ہوتی ہے جو کبھی لوئی فلپ کی شاہی حکومت میں بیوشینے فرانسیسی سوشلسٹوں کے توڑ پر تجویز کیا تھا اور جسے مستری خانوں (11) (L,Atelier) کے رجعت پرست مزدوروں نے قبول بھی کرلیا تھا۔اصل مصیبت یہ نہیں کہ پروگرام میں ایسی کراماتی تدبیر جوڑ دی گئی بلکہ یہ ہے کہ طبقاتی تحریک کے نقطہ نظر سے پیچھے ہٹ کر ایک فرقہ وارانہ تحریک کے نقطہ نظر کی طرف یونہی الٹا قدم بڑھایا جارہا ہے۔

جب مزدوروں کی نظر میں یہ منزل ہو کہ وہ حالات پیدا کیے جائیں جو پورے سماجی پیمانے پر، اور اس سے بھی اول قومی پیمانے پر کوآپریٹو (باہمی) پیداوار کے لئے سازگار ہوں تو اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ پیداوار کی جو حالت قائم ہے، وہ اسے الٹنے کی کوشش میں ہیں۔اس بات کو ایسی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے قائم ہونے سے دور کا بھی رشتہ نہیں جو سرکاری امداد سے چلیں گی۔اور جہاں تک موجودہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کا تعلق ہے تو وہ صرف وہیں تک قابل قدر ہیں جہاں بذات خود مزدوروں کی قائم کی ہوئی ہوں، نہ انہیں سرکاری سرپرستی حاصل ہو اور نہ بورژوازی کا سایہ۔

4

اب میں جمہوری حصے کی طرف آتا ہوں۔

الف: "ریاست کی آزاد بنیاد"۔

سب سے اول بات یہ کہ سیکشن نمبر دو کے مطابق جرمن مزدور پارٹی "آزاد ریاست" کے آرزومند ہے۔

یہ "آزاد ریاست" کیا ہوتی ہے؟

ریاست کو "آزاد" کرنا ہرگز ان مزدوروں کی منزل مقصود نہیں ہے جو فرمانبردار رعایا کی تنگ ذہنیت سے خود آزاد ہو چکے ہوں۔جرمن سلطنت میں "اسٹیٹ" قریب قریب اتنی ہی "آزاد" ہے جتنی روس میں۔آزادی اس بات میں ہے کہ سٹیٹ کو ایسے ادارے کے بجائے جو سوسائٹی کے اوپر لدا ہو، ایسا ادارہ بنایا جائے جو سوسائٹی کا ماتحت ہو، اور آج بھی ریاست کی کوئی صورت اسی قدر کم یا زیادہ آزاد ہے جتنی وہ "ریاست کی آزادی" پر پابندی لگاتی ہے۔

جرمن مزدور پارٹی نے اگر کہیں یہ پروگرام اپنالیا تو ظاہر کردے گی کہ اشترا کی خیالات اس کی کھال کے اندر نہیں اترے۔بجائے اس کے کہ وہ موجودہ سوسائٹی کو موجودہ ریاست کی بنیاد (اور یہ بات آئندہ ہر قسم کے سماجوں پر بھی صادق آتی ہے) سمجھ کر دیکھے (یا آئندہ کے سماج کو آئندہ کی ریاست کی بنیاد سمجھے) وہ الٹا یہ سمجھ رہی ہے کہ ریاست کوئی الگ سے اپنا وجود رکھتی ہے، جس کی خود اپنی "ذہنی، اخلاقی اور آزادانہ بنیادیں" ہوا کرتی ہیں۔اس پروگرام میں اوپر سے ان لفظوں "عہد حاضر کی ریاست" اور "عہد حاضر کا سماج" کی ایسی بے جا بھرمار کی گئی ہے اور خود اسی ریاست کا غلط اور بھدا تصور قائم کرلیا گیا ہے جس کے سامنے اپنے مانگیں پیش کی ہیں۔

"عہد حاضر کا سماج" وہی سرمایہ داری سماج ہے جو تقریباً تمام مہذب ملکوں میں قائم ہے، وسطی زمانے کے رگ و ریشے سے کم و بیش پاک ہے، اور ہر ایک ملک جو تھوڑا بہت ترقی یافتہ ہے، اس کی خاص تاریخی حالات کے مطابق تھوڑی بہت تبدیلی بھی قبول کر چکا ہے۔لیکن "عہد حاضر کی ریاست" کو دیکھئے تو وہ ہر ملک کی سرحدوں کے ساتھ ادلتی بدلتی رہتی ہے۔پروشیا جرمن سلطنت میں وہ کچھ اور ہے، سوئٹزرلینڈ میں کچھ اور، انگلینڈ میں اس کی حالت ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے مختلف ہے۔مطلب یہ کہ "عہد حاضر کی ریاست" محض ایک افسانہ ہے۔مختلف تہذیب یافتہ ملکوں کی مختلف ریاستوں میں رنگ روپ کا چاہے کتنا ہی فرق پڑتا ہو، تاہم ان سبھوں میں ایک یہ بات مشترک ہے کہ ان کی بنیاد نئے زمانے کے سرمایہ دارانہ سماج پر ہے، کسی میں سرمایہ دارانہ ترقی زیادہ ہوئی ہے، کسی میں کم۔اسی لئے ان کی بعض خاصیتیں بھی مشترک ہیں۔صرف ان معنوں میں "عہد حاضر کی ریاست" کا لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے کہ وہ آئندہ کی اس ریاست سے الگ چیز ہے جب اس کی جڑ بنیاد، یعنی بورژوا سماج مرچکا ہوگا۔پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: کمیونسٹ سماج میں ریاست کی شکل کیسی ہوگی؟ دوسرے لفظوں میں سوال یہ ہے کہ تب وہ کون سی سماجی کارگزاریاں رہ جائیں گی جو آج کی سرکاری کارگزاریوں سے میل کھاتی ہیں؟ اس سوال کا صرف علمی جواب دیا جاسکتا ہے۔ہزاروں بار اگر لفظ "جمہور" کو "ریاست" سے ترکیب دیا جائے، تب بھی ہم اس مسئلے کے حل کے بال برابر نزدیک نہیں پہنچیں گے۔

سرمادار اور کمیونسٹ سماج کے درمیان ایک دور ایسا گزرتا ہے جس میں ایک کو دوسرے میں ڈھالنے کا انقلابی عمل انجام پاتا ہے۔اسی کی مناسبت سے ایک ایسا سیاسی عبوری دور بھی گزرتا ہے کہ اس دور کی ریاست پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹری کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی۔

مگر پروگرام کو دیکھئے تو وہاں نہ اس سے بحث ہے، نہ کمیونسٹ سماج کی آئندہ ریاستی حیثیت سے۔

اس کی سیاسی مانگوں میں بھی کچھ نہیں رکھا، سوائے اس کے کہ وہی جانی پہچانی جمہوری رٹ لگائی گئی ہے۔عام رائے دہندگی کا حق، براہ راست قانونی سازی، جمہوری حق، والنٹیر

پولیس (ملیشیا) وغیرہ۔ یہ سب باتیں بورژوا عوامی پارٹی اور امن و آزادی کی لیگ کی محض صدائے بازگشت ہیں۔ یہ وہی مطالبے ہیں کہ اگر انہیں پیش کرنے میں بڑھا چڑھا کر لفاظی سے کام نہ لیا جائے تو پہلے ہی مل چکے ہیں۔ صرف اتنا ہے کہ جس ریاست میں یہ حقوق مل چکے وہ جرمن سلطنت کی حدود کے اندر موجود نہیں بلکہ سوئٹزرلینڈ میں ہے، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہے، وغیرہ اس قسم کی " آئندہ کی ریاست " خود عہد حاضر میں وجود رکھتی ہے، البتہ جرمن سلطنت کے چوکھٹے سے باہر ہے اس کا وجود۔

مگر ایک بات بھول ہی گئے۔ چونکہ جرمن مزدور پارٹی نے کھلے لفظوں میں جتا دیا ہے کہ وہ " عہد حاضر کی قومی ریاست " کے اندر عمل کرے گی، یعنی خود اپنی ریاست کے اندر، پروشیا جرمن سلطنت کی حدوں میں (ورنہ یہ مطالبے باہر کی دنیا میں بے معنی ہو جاتے کیونکہ وہی تو طلب کیا جائے گا جو میسر نہ ہو) ایسی حالت میں اسے سب سے بڑی بات نہ بھولنی چاہئے تھی، وہ بات یہ کہ جتنی پیاری پیاری مانگیں کی ہیں ان کا دارومدار ہے اس چیز کے تسلیم کئے جانے پر جسے عوام کا اختیار اعلیٰ کہتے ہیں، لہذا وہ جمہوری ریپبلک کے وقت کی راگنی ہیں۔

اگر جمہوری ریپبلک طلب کرنے کی ہمت نہیں تھی، جیسا کہ فرانسیسی مزدوروں نے بادشاہ لوئی فلپ کے اور لوئی بوناپارٹ کے زمانے میں اپنے پروگراموں میں مطالبہ کے تھا (اور پھر یہاں حالات کا تقاضا تھا کہ احتیاط سے کام لے جائے) تو وہ کرتب دکھانا کیا ضرور تھا جس میں " ایمانداری " ہے، نہ معقولیت، اور ایسی چیزیں مانگی جائیں جو صرف جمہوری ریپبلک میں ہی کچھ معنی رکھتی ہیں، وہ بھی اس ریاست سے جس کی حقیقت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اوپر سے پارلیمینٹری جھالر ٹنکی ہوئی ہے اور اندر سے جاگیرداری ریشے بھرے ہیں، بیک وقت بورژوازی کا بھی پورا اثر پڑتا ہے اور سرکاری عہدہ داروں کی بھی ریشہ دوانی چلتی ہے، پولیس کی حفاظت میں فوجی اندھیر گردی قائم ہے، اور سب پر طرہ یہ کہ اس قسم کی ریاست کو شان کے ساتھ یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ اس کے ہاتھ سے ہمیں ایسا کچھ حاصل وصول کر لینے کا گمان ہے " قانونی ذریعوں سے "

اور تو اور، گھٹیا ڈیموکریسی بھی، جسے جمہوری ریپبلک میں حکومت الہیہ کا ہزار سالہ دور زمین پر اترتا نظر آتا ہے اور جسے دور دور گمان نہیں گزرتا کہ بورژوا سماج کی یہ تازہ ترین صورت (جمہوری ریپبلک) ہی وہ وقت ہے جب طبقاتی جدوجہد کا فیصلہ ہتھیاروں سے ہو جانا چاہئے، وہ ڈیموکریسی تک اس قسم کہ جمہوریت پسندی سے کہیں بلند و برتر ہے جس نے خود کو انہی حدود کے اندر رکھا جن کی روادار پولیس تو ہو، منطق نہ ہو۔

لفظ " ریاست " سے حقیقت میں کیا مراد ہے۔ گورنمنٹ کی مشین یا اسٹیٹ، کہ تقسیم محنت کے اصول سے وہ اپنا ایک خاص اور سماج سے الگ تھلگ جسمانی وجود بنا لیتی ہے، یہ بات کافی حد تک واضح ہو جاتی ہے ان الفاظ سے کہ " جرمن مزدور پارٹی یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اسٹیٹ کی معاشی بنیاد کی حیثیت سے ایک چڑھتا ہوا انکم ٹیکس ہونا چاہئے "۔ وغیرہ۔ ٹیکس حکومت کی مشینری کی معاشی بنیاد ہوتے ہیں، اس کہ علاوہ کچھ نہیں۔ " آئندہ کی اسٹیٹ " میں جو فی الحال سوئٹزرلینڈ میں موجود ہے، یہ مطالبہ اچھی طرح سے پورا کیا جا چکا ہے۔ انکم ٹیکس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے مختلف سماجی طبقوں کی آمدنی کے مختلف ذرائع ہوتے ہیں، یعنی سماج سرمایہ دارانہ ہوتا ہے۔ چناچہ اس میں کمال کی کوئی بات نہیں اگر شہر لیورپول (انگلینڈ) کے مالیانی اصلاح پسند بورژواؤں نے، وزیراعظم گلیڈسٹن کے بھائی کی سربراہی میں وہی مطالبہ آگے بڑھایا جو زیر بحث پروگرام میں موجود ہے۔

ب: اسٹیٹ کے ذہنی اور اخلاقی بنیاد کی حیثیت سے جرمن مزدور پارٹی یہ مانگ کرتی ہے کہ

1۔ اسٹیٹ کی طرف سے سب کے لئے اور یکساں ابتدائی تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ سب کے لئے سکول کی حاضری لازمی ہو۔ تعلیم مفت ہو۔"

یکساں ابتدائی تعلیم؟ ان لفظوں کی تہہ میں کیا خیال رکھا گیا ہے؟ کیا یہ یقین کر لیا کہ عہد حاضر کے سماج میں (بحث اسی سے متعلق ہے) تعلیم سب طبقوں کے لئے یکساں ہو سکتی ہے؟ یا مانگ کی جا رہی ہے کہ اوپر کے طبقوں کو بھی مجبور کر کے ابتدائی تعلیم کے اسی ادنیٰ معیار تک، یعنی اس ابتدائی اسکول تک اتارا جائے جو بیک وقت نہ صرف محنت مزدوری کرنے والوں کی، بلکہ کسانوں کی بھی معاشی حالت سے میل کھاتا ہو؟

" سب کے لئے سکول کی حاضری لازمی۔ تعلیم مفت۔ " پہلی تو جرمنی میں بھی موجود ہے، دوسری سوئٹزرلینڈ میں اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ابتدائی اسکولوں کی حد تک مہیا ہے۔ اگر امریکہ کی بعض ریاستوں میں ثانوی تعلیمی ادارے بھی " مفت " ہیں تو حقیقت میں اس کا مطلب یہی ہوا کہ عام ٹیکس کی آمدنی میں سے اوپر کے طبقوں کا تعلیمی خرچ نکالا جائے۔ اتفاق سے یہ بات الف نمبر 5 میں " عدالتی چارہ جوئی مفت " ہونے کے مطالبے پر بھی صادق آتی ہو۔ فوجداری عدالت کو تو ہر جگہ مفت ہونا ہو؟ رہا دیوانی عدالت کا معاملہ، تو اس میں زمین جائداد کے مقدمے ہی آتے ہیں، اس لئے تنہا صاحب جائداد طبقوں پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ کیس مطالبہ یہ ہے کہ قومی تجوری کے بل پر یہ لوگ عدالتی چارہ جوئی کیا کریں؟ اسکولوں پر جو پیراگراف تھا وہاں ابتدائی اسکول کے ساتھ ٹیکنیکل اسکولوں کا بھی (جن میں کتابی اور عملی دونوں شامل ہیں) مطالبہ کرنا چاہئے تھا۔

" اسٹیٹ کے ذریعے سے ابتدائی تعلیم " کسی کرم کی نہیں ہوتی۔ عام قانون بنا کر ابتدائی تعلیم کا بجٹ مقرر کرنا، پڑھانے والوں کے اسٹاف کو سند یافتہ بنانا، تعلیمی کورس کھولنا وغیرہ اور پھر جیسا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں قاعدہ ہے، سرکاری انسپکٹروں کے ذریعے ان کا معائنہ کرنا تا کہ ان قانونوں کی مندرجات کی تعمیل ہوتی رہے۔

یہ بالکل اور چیز ہے اور ریاست کے ہاتھ میں ابتدائی تعلیم چھوڑنا کچھ اور۔ اسکولوں پر کسی قسم کا اثر ڈالنے سے حکومت اور کلیسا دونوں کو یکساں بے دخل رکھنا چاہئے۔ خاص کر پروشیا جرمن سلطنت کا معاملہ تو یہ ہے کہ یہاں خالی خولی بہانہ بازی سے کام نہیں چلنے والا کہ فی الحال " آئندہ کی ریاست " سے بحث ہے، ہم نے دیکھ لیا کہ اس معاملے میں حالت کیا ہے) لوگوں کو ریاست سے نہیں، بلکہ الٹا ریاست کو ہی لوگوں کے ہاتھ سے نہایت سخت تعلیم و تادیب کی ضرورت ہے۔

مگر یہ تمام پروگرام، اپنی جمہوری جھنکار کے باوجود، لاسال فرقے کے اس نیازمندانہ اعتقاد کے رنگ میں رنگا ہوا ہے جو اسے ریاست پر ہے، یا جمہوری معجزے پر جو عقیدہ ہے کہ

بھی بہتر نہیں، یا غالباً معجزوں پر دونوں قسم کے عقیدوں کا یہ ایک سمجھوتہ ہے، اور یہ دونوں ہی سوشلزم سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

"سائنس کی آزادی"۔ پروشیائی آئین کے ایک پیراگراف میں یوں آیا ہے۔تو پھر یہاں کیا ضرورت تھی؟

"عقیدے کی آزادی" اگر اب Krlturkampf تہذیبی جدوجہد)(12) کے زمانے میں یہ ضرورت پیش آ گئی ہے کہ لبرلوں کو ان کے پرانے نعرے یاد دلائے جائیں تو یہ صرف ان لفظوں میں کیا جا سکتا تھا کہ "ہر شخص کو موقع ملنا چاہئے کہ وہ اپنے مذہبی اور جسمانی ضرورتیں یوں پوری کر سکے کہ پولیس کا کوئی دخل نہ ہو"۔لیکن مزدور پارٹی کو چاہئے تھا کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے یہ پختہ رائے ظاہر کر دیتی کہ بورژوازی جو "عقیدے کی آزادی" پکارتی ہے وہ آزادی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عقیدے کے مذہبی آزادی کی جتنی بھی قسمیں ممکن ہیں سب کو برداشت کر لیا جائے۔لیکن اس کے برعکس مزدور پارٹی انسانی ضمیر کو مذہب کے نشے سے ہی آزاد کرنے کی آرزومند ہے۔تاہم یہ لوگ "بورژوا معیار" کی حد نہیں پھلانگنا چاہتے۔

اب میں خاتمے پر آ گیا ہوں، کیوں کہ پروگرام میں آگے چل کر جو ضمیمہ دیا گیا ہے وہ اس کا کوئی خاص جزو نہیں ہے۔لہٰذا میں بہت اختصار سے کام لوں گا۔

نمبر 2۔محنت کا نارمل وقت۔"

کسی ملک میں بھی مزدوروں کی پارٹی نے خود کو ایسے مبہم مطالبے میں محدود نہیں کیا (کہ نارمل کہہ کر رہ گئی ہو)، بلکہ ہمیشہ مقرر کر کے کہا ہے کہ بحالات موجودہ اتنے گھنٹے کی محنت کو نارمل سمجھتی ہے۔

نمبر 3۔عورتوں کی محنت پر کچھ پابندی اور بچوں کی محنت کی ممانعت۔"

محنت کے وقت کا جب ایک معیار مقرر کیا جائے تو اسی میں عورتوں سے محنت لینے پر کچھ پابندی شامل ہونی چاہئے کہ کام کے گھنٹوں کا کل وقت کتنا ہوگا، وقفہ کتنا ہوگا، وغیرہ۔ دوسری صورت میں مطلب صرف یہ ہوگا کہ صنعت کی ان شاخوں میں عورتوں سے محنت نہ لی جائے جو نسوانی صحت کے لئے خاص طور سے نامناسب ہیں یا صنف نازک کو اخلاقی طور سے زیب نہیں دیتیں۔اگر یہ مطلب ہے تو اس طرح سیدھے سیدھے کہنا چاہئے تھا۔

"بچوں سے محنت لینے کی عام ممانعت بڑے پیمانے کی صنعت کے ہوتے ہوئے قابل عمل نہیں ہے، لہٰذا ایک لاحاصل اور نیک آرزو رہ جاتی ہے۔

اگر اس کا پورا ہونا ممکن ہوتا تو بھی یہ ایک رجعت پرستی تھی کیونکہ اگر درجہ بدرجہ عمر کے حساب سے محنت کے وقت کی قید لگا دی جائے، بچوں کی سلامتی کی خا طر کچھ احتیاطی تدبیریں رکھی جائیں، پیداواری محنت کو تعلیم سے شروع میں ہی جوڑ دیا جائے تو آج کے سماج کی کایا پلٹ کرنے کا یہ بڑا ہی کارآمد ذریعہ ثابت ہوگا۔

نمبر 4۔" کارخانے، ورکشاپ اور گھریلو کاروبار کی سرکاری نگرانی۔"

پروشیا جرمن ریاست کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مطالبہ ضرور بڑھا لینا چاہئے تھا کہ فیکٹری انسپکٹروں کو صرف عدالت ہی برطرف کر سکتی ہے؟ اور یہ کہ ہر ایک مزدور کو حق ہوگا کہ انسپکٹروں پر غفلت کے الزام میں مقدمہ دائر کرا دے، اور یہ کہ انسپکٹر ڈاکٹری پیشے سے لئے جائیں۔

نمبر 5۔"جیل خانوں کی مشقت میں باقاعدگی۔ "

مزدوروں کے عام پروگرام میں یہ مطالبہ کچھ جچتا نہیں۔کچھ بھی سہی، اتنا تو صاف صاف کہا جانا چاہئے تھا کہ مزدوروں کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ مقابلے کے ڈر سے عام مجرموں کے ساتھ جانوروں کا سا برتاؤ ہونے دیں اور خاص کر یہ کہ ان کے سدھار کی جو واحد تدبیر ہے کہ پیداواری محنت لی جائے، اس سے انہیں کوئی محروم نہیں کرنا چاہتا۔سوشلسٹوں سے کم از کم اتنی امید تو کی ہی جا سکتی ہے۔

نمبر 6۔ "ذمہ داری کے بارے میں ایک عملی قانون۔"یہ بتایا جانا چاہئے تھا کہ ذمہ داری کے بارے میں "عملی" قانون سے مطلب کیا ہے۔

ضمناً یہ بتاتا چلوں کہ اس پیراگراف میں، جہاں محنت کے نارمل وقت کا ذکر آیا ہے، فیکٹری ایکٹ کا وہ حصہ نظرانداز کر دیا گیا جس کا تعلق صحت وصفائی کے انتظام اور احتیاطی کارروائیوں سے ہوتا ہے تاکہ حادثوں وغیرہ سے بچاؤ کیا جا سکے۔ذمہ دارے والا قانون ہی عمل میں آتا ہے جب ان اصولوں کی خلاف ورزی کی جائے۔

مختصر یہ کہ اس ضمیمے پر بھی بدسلیقہ کانٹ چھانٹ کی چھاپ لگی ہے۔

Dixit et salvavi animam meam. (میں نے بات کہہ دی اور اپنی جان بچالی۔)

کارل مارکس نے اپریل اور مئی 1870 کے شروع میں جرمن زبان میں لکھا۔کسی قدر اختصار کے ساتھ رسالہ die Neue Zeit شمارہ 18 (1890-91) میں شائع ہوا۔ اصل مسودے کے مطابق شائع کیا گیا۔

نوٹس

1۔اینگلز نے یہ دیباچہ مارکس کی تصنیف "گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر" کی 1891 والی اشاعت پر لکھا تھا۔پارٹی پالیسی کے بیان پر اس قابل قدر دستاویز کی اشاعت کا بیڑا اینگلز نے

اس خیال سے اٹھایا کہ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں جوموقع پرستوں کا زور ہوگیا ہے، اسے اسی تصنیف سے توڑا جائے۔ وقت کے لحاظ سے یہ نہایت اہم کارنامہ تھا، کیونکہ آئرفرٹ کے مقام پر جو پارٹی کانگرس ہونے والی تھی، اسے گوتھا پرگرام کی جگہ ایک نیا پروگرام بحث مباحثے سے طے کرنے اور اختیار کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ جب اس تصنیف کو پریس کے لئے تیار کرنے کی نوبت تو سوشل ڈیموکریٹک لیڈروں کی طرف سے اینگلز کو سخت مخالفت کا سامن کرنا پڑا۔Die Neue Zeit اخبار کے پبلشر دیتز نے اور اس کے ایڈیٹر کاؤتسکی نے اینگلز سے اصرار کیا کہ وہ کچھ حصے چھانٹ دے، کہیں کہیں تبدیلی کرے اور اینگلز کو ان کی بات ماننی پڑی۔ جرمن سوشلسٹوں نے مارکس کی اس تصنیف کی قدر کی اور اسے انٹرنیشنل اشترا کی تحریک کے لئے پارٹی پالیسی کی ایک قابل قدر دستاویز شمار کیا۔ اس کتاب کے ساتھ اینگلز نے مارکس کا وہ خط بھی منسلک کردیا جو 5 مئی 1870 کو براکے کے نام لکھا گیا تھا اور جس کا اس تصنیف سے براہ راست تعلق تھا۔

اینگلز کے جیتے جی اس تصنیف کا یہی ایک ایڈیشن، اسی دیباچے کے ساتھ نکلا تھا۔ بعد میں سوویٹ یونین سے 1932 میں " گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر" پہلی بار اصل کے مطابق شائع ہوا۔

2۔ 22 سے 27 مئی تک گوتھا کے مقام پر کانگرس ہوئی تو وہاں جرمن مزدور طبقے کی تحریک میں دو رجحانوں کے لوگ جمع تھے۔ ایک تو آگسٹ بیبل اور ولہلم لیبکنیخت کی رہنمائی میں سوشل ڈیموکریٹک ورکرز پارٹ والے (جو آئزی ناخ والوں کا گروپ تھا) اور دوسرے لاسال کے حامیوں میں جرمن جنرل ورکرز یونین پارٹی والے۔ جرمنی کی سوشلسٹ ورکرز پارٹی میں یہ دونوں متحد ہوگئے۔ جرمن مزدور طبقے میں جو اختلافات چلے آرہے تھے وہ یہاں پہنچ کر تمام ہوگئے۔ متحدہ پارٹی کے لئے پروگرام کے جس خاکے پر مارکس اور اینگلز نے ایسی کٹیلی تنقید کی تھی، وہ معمولی سی ترمیموں کے بعد کانگرس نے منظور کرلیا۔

3۔ 1890 میں 18-12 اکتوبر تک ہالے کے مقام پر جرمن سوشل ڈیموکریٹک کانگرس منعقد ہوئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ نئے پروگرام کا خاکہ تیار کرکے، آئیرفرٹ میں ہونے والی کانگرس سے تین مہینے پیشتر شائع کردیا جائے تاکہ اس پر مقامی پارٹی تنظیموں میں اور اخبارات میں کھل کر بحث ہوسکے۔

4۔ انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کی کانگرس ہیگ میں 1872 میں 2 اور 7 ستمبر کے درمیان ہوئی تھی۔ اس کانگرس میں پندرہ قومی پارٹیوں (ملکوں) کی طرف سے 65 ڈیلی گیٹ آئے تھے۔ مارکس اور اینگلز نے کانگرس کی تمام کارروائیوں میں رہنمائی کا فرض انجام دیا تھا۔ یہ دونوں رہنما اور ان کے حامی جو برسوں سے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ مزدور طبقے کی تحریک سے چھوٹی حیثیت کے بورژوا لوگوں کی تنگ نظری یا فرقہ بندی کی ہر شکل کو دور کردیں۔ اس کانگرس میں وہ کوششیں اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ انارکسٹوں (نراجیوں) کی تفرقہ پسندی کی حرکتوں سے بیزاری کا اظہار کرکے، ان کے لیڈروں کو انٹرنیشنل سے نکال دیا گیا۔ ہیگ میں ہونے والی اس کانگرس نے یہ راہ ہموار کردی کہ مختلف ملکوں میں مزدور طبقے کی آزاد سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں اور آزادانہ اپنا کام کریں۔

5۔ آئزی ناخ کے مقام پر جرمنی، آسٹریا اور سوئٹزرلینڈ کے سوشل ڈیموکریٹوں کی کانگرس 1862 میں 7 سے 9 اگست تک ہوئی تھی۔ وہیں جرمن سوشل ڈیموکریٹک ورکرس پارٹی کا قیام عمل میں آیا اور شریک ہونے والون لو آئزی ناخ والے (Eisenachers) کہنے لگے۔ اس کانگرس مین جو پروگرام منظور ہوا وہ بڑی حد تک پہلی انٹرنیشنل کے پیش کئے ہوئے اصولوں سے مطابقت رکھتا تھا۔

6۔ یہاں حوالہ ہے باکونین کی تصنیف کا "ریاستی نظام اور نراج (Statehood and Anarchy)" جو سوئٹزرلینڈ سے 1873 میں شائع ہوئی تھی۔

7۔ "تعطیل کے بعد" کا مطلب ہے کہ کچھ تاخیر کے ساتھ۔ گوتھا کی اتحاد کانگرس 1875 میں 22 سے 27 مئی تک چلی۔ لاسال والوں کی کانگرس اس سے ذرا پہلے مئی میں ہوچکی تھی، اور آئزی ناخ والوں نے اپنی کانگرس بعد میں 8 جون کو ہمبرگ میں کی۔

8۔ امن اور آزادی کی لیگ۔ سوئٹزرلینڈ میں 1867 میں چھوٹی بورژوازی کے رپبلکنوں اور لبرلوں (آزاد خیال لوگوں) نے یہ ایک بورژوا صلح پسند جماعت قائم کی تھی۔ یہ لوگ اس بات پر زور دیتے تھے کہ "ریاست ہائے متحدہ یورپ " بنالی جائے تو جنگوں کا امکان دور کیا جاسکتا ہے۔ اپنے اس پرچار سے امن اور آزادی کی لیگ نے عوام کو خوش فہمی میں مبتلا کیا اور پرولتاریہ کو طبقاتی جدوجہد سے بھٹکانے کی کوشش کی۔

9۔ Norddertsche Allgemeine Zeitung۔ یہ رجعت پرست روزنامہ برلن میں 1861 سے 1918 تک نکلتا رہا۔ 1860 کی دہائی اور 1880 کے درمیان وہ بسمارک کی گورنمنٹ کا سرکاری ترجمان تھا۔ مارکس نے یہاں ایک مضمون کا حوالہ دیا ہے جو اس اخبار میں 20 مارچ 1875 کو شائع ہوا تھا۔

10۔ مالتھوس کی ایک مشہور تصنیف ہے "آبادی کے قاعدے پر ایک مقالہ (Malthus, An Essay the Principle of Population) جہاں وہ بنیادی قاعدہ پیش کرتا ہے کہ محنت کشوں کے افلاس کا سبب گویا یہ ہے کہ لوگوں کی آبادی اقلیدسی حساب (in geometrical progression) سے بڑھنے کی طرف مائل رہتی ہے، حالانکہ ضروریات زندگی کا سامان بہت بڑھے تو بھی حسابی نسبت (arithmetical progression) سے بڑھ سکتا ہے۔

11۔L,Atelier (مستری خانہ)۔ یہ ماہنامہ پیرس میں 1840 سے 1850 تک نکلتا رہا۔ دستکاریوں، کاریگروں اور مسیحی اشترا کی خیالات کے لوگوں کا ترجمان تھا۔

12۔Kulturkampf (تہذیبی جدوجہد) یہ نام بورژوا لبرلوں نے اصلاحات کے اس سسٹم کو دیا تھا جو بسمارک کی حکومت نے پچھلی صدی کی آٹھویں دہائی میں یہ کہہ کر جاری کی تھیں کہ سیکولر کلچر (غیر مذہبی تہذیب) پھیلانے کی خاطر اختیار کی جارہی ہیں۔ لیکن ابھی دس سال نہ گزرے تھے کہ رجعت پرست طاقتوں کا پایہ مضبوط کرنے کی خاطر ان اصلاحات کا بیشتر

حصہ منسوخ کردیا گیا۔

13۔اگسٹ بیبل کے نام اینگلس نے یہ خط 18 سے 28 مارچ 1875 کے درمیان لکھا تھا، اور اس کا گہرا تعلق ہے مارکس کی تصنیف" گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر "سے۔اس خط میں جرمنی کی سوشل ڈیموکریٹک ورکرس پارٹی جو متحد ہونے والی تھی، اس کے پروگرام کے خاکے پر اینگلز نے اپنی اور مارکس کی مشترکہ رائے ظاہر کی ہے۔سمجھوتے کے اس خاکے میں، جس مین لاسال کے اندھے عقیدوں کا پورا ڈھانچہ داخل ہو گیا تھا، اسٹیٹ کے متعلق موقع پرستی کا بیوپار رکھا گیا تھا، اور پرولتاری انٹرنیشنلزم کے اصولون کو مٹی میں ملا دیا گیا تھا۔اسے اینگلز نے اپنی بے باک اور بے لاگ تنقید کا نشانہ بنایا ھ۔

14۔Frankfurter Zeitung und Handelsblatt (فرینکفرٹ اخبار اور تجارتی پرچہ)۔یہ چھوٹی بورژوازی کا ایک جمہوری روزنامہ تھا جو 1856 سے شائع ہونا شروع ہوا (1866 میں اسی نام سے) اور 1943 تک نکلتا رہا۔

15۔اینگلز نے یہاں گوتھا پروگرام کے خاکے کی حسب ذیل مدوں کا حوالہ دیا ہے:

"جرمن ورکرز پارٹی کی طرف سے اسٹیٹ کی آزاد بنیادوں کے بطور ان باتوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ:(1) 21 سال اور اس سے اوپر کے تمام مردوں کو، تمام انتخابات میں، چاہے وہ قومی ہوں یا مقامی، برابر کا حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ خفیہ بیلٹ کے ذریعے براہ راست ووٹ دیا کریں۔(2) لوگوں کو براہ راست قانون سازی کا حق حاصل ہو، وہ قانون کا مسودہ پیش بھی کرسکیں اور اسے رد بھی کرسکیں۔(3) فوجی تربیت عام ہونی چاہئے۔موجودہ باقاعدہ فوج کی جگہ عوامی ملیشیا (فوجی تربیت یافتہ رضا کار) کو ملنی چاہئے؟ جنگ یا امن کا فیصلہ عوام کی نمائندہ اسمبلی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔(4) ہر قسم کے غیر معمولی قانون ہٹائے جائیں، خاص کر وہ جو اخبارات، انجمن اور جلسے پر پابندی لگاتے ہیں۔(5) عدالت عوام کے ہاتھ میں ہو۔عدالتی چارہ جوئی پر کوئی خرچ نہ آنا چاہئے۔

"جرمن ورکرز پارٹی کی طرف سے اسٹیٹ کی ذہنی اور اخلاقی بنیادوں کے بطور ان باتوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ:(1) تمام لوگوں کے لئے مفت اور مساوی پبلک تعلیم کا بندوبست اسٹیٹ کرے، تعلیم سب کے لئے لازمی ہو اور مفت ہو۔(2) سائنسی یا علمی فکر کو آزادی ہو، ضمیر یا عقیدے کی آزادی ہو۔"

16۔ یہاں فرانس اور پروشیا کی اس جنگ کی طرف اشارہ ہے جو 1870۔1871 میں ہوئی تھی۔

17۔یہاں مراد ہے براکے کی کتاب "لاسال کی تجویز" سے (Der Lassalle sche Vorschlag. Braunschweig, 1873)

18۔Demokratisches Wochenblatt (ڈیموکریٹک ہفتہ وار)۔جرمن مزدوروں کا اخبار تھا جو لیپزگ میں جنوری 1868 سے ستمبر 1869 تک نکلا۔ولہلم ڈیموکریٹک ورکرز پارٹی بنوانے میں بڑی خدمت انجام دی۔1869 میں جب آئزی ناخ مقام پر پارٹی کا نگرس ہوئی تو اسی اخبار کو پارٹی کا مرکزی ترجمان بنا کر اس کا نام رکھا گیا Voldsstaat۔مارکس اور اینگلز اس اخبار کے لئے لکھا کرتے تھے۔

بیبل کے نام
فریڈرک اینگلز کا خط (1)

لندن، 18-28 مارچ 1870

عزیز من بیبل!

مجھے تمھارا 23 فروری والا خط ملا اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ صحت اتنی اچھی ہو گئی ہے۔

تم نے دریافت کیا ہے کہ پارٹی اتحاد کے بارے میں ہمارا کیا خیال ہے۔بدقسمتی سے یہاں بھی تمھارے جیسی کیفیت ہے، نہ تو لیبکنیخت نے ہمیں کوئی اطلاع بھیجی، نہ کسی اور نے، چناچہ ہمیں بھی صرف اسی قدر اطلاع پہنچی جو اخباروں میں آتی ہے۔اخباروں میں پچھلے ہفتے جو پروگرام کا خاکہ شائع ہوا اس سے پہلے کوئی خیر خبر نہ تھی۔یہ خاکہ پڑھ کر ہم بھی دنگ رہ گئے۔

ہماری پارٹی نے لاسال والوں کی طرف اتنی بار ہاتھ بڑھایا، صلح صفائی کی تجویزیں رکھیں، اور جنھیں تو مل جل کر کام کرنے کی تحریکیں کیں، لیکن ہیزن کلیوروں، ہیزل مینوں اور تولکیوں نے بار باران تجویزوں کو ایسی بدتمیزی سے ٹھکرایا کہ ایک بچہ بھی اس سے یہ نتیجہ نکالتا کہ اب جو یہ صاحبان اپنے طرف سے صلح صفائی کی تجویزیں لے آئے ہیں تو ضرور بری طرح پھنسے ہوں گے۔ان لوگوں کا کردار جو ہم پر خوب آشکار ہے، اسے نظر میں رکھتے ہوئے ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ان کی الجھی ہوئی حالت سے فائدہ اٹھائیں اور اس بار کی ہر ممکن گارنٹی لے لیں کہ یہ لوگ مزدوروں میں اپنے کھوئی ہوئی ساکھ ہماری پارٹی کی بل پر نہ بنا سکیں۔جہاں تک بس چلے، ان لوگوں کے ساتھ سرد مہری اور بے اعتباری سے پیش آنا چاہئے تھا اور اتحاد کو اسی حد کا پابند کرنا چاہئے تھا جس حد تک وہ اپنے تنگ نظری کے نعروں اور "سرکاری امداد" والی باتوں سے ہاتھ دھونے کو آمادہ ہوتے اور آئزی ناخ کے 1869 میں دئے ہوئے پروگرام کو یا

بحالات موجودہ اس کی ترمیم شدہ صورت کو بنیادی طور سے قبول کرنے پر رضامند ہوتے۔ ہماری پارٹی کو نظریاتی طور پر یعنی پروگرام کے فیصلہ کن معاملے میں لاسال سے کچھ سیکھنے کی قطعی ضرورت نہیں، البتہ لاسال والوں کو ہماری پارٹی سے ضرور کچھ نہ کچھ سیکھنا ہے۔ اتحاد کی شرط اول یہ ہونی چاہیے تھی کہ لوگ علیحدگی پسندی سے یا لاسال کی پیروی سے ہاتھ دھوئیں اور اس نظریئے کی بدولت جو ہر معاملے میں سرکاری امداد کی رٹ لگائے رہتے ہے یا تو اس سے پوری طرح دست بردار ہوں، یا پوری طرح نہیں، تو کم از کم اتنا ضرور مان لیں کہ سرکاری امداد بھی اور بہت سی امکانی تدبیروں کی طرح محض ایک وقتی یا عرضی تدبیر رہے گی۔ پروگرام کے خاکے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے لوگ نظریئے کے معاملے میں تو لاسال خیال کے لیڈروں سے سو گنا بہتر ہیں لیکن سیاسی جوڑ توڑ میں اتنے ہی کچے بھی رہتے ہیں؟ ایمانداروں (یہ لفظ مارکس نے یہاں آئزی ناخ والوں کے لئے استعمال کیا ہے۔) کو پھر اس بار بے ایمانوں کے ہاتھوں مار کھانی پڑی ہے۔

اول تو یہی کہ لاسال کا، بظاہر زوردار لیکن تاریخی لحاظ سے فریبی جملہ قبول کر لیا گیا اور وہ یہ کہ: مزدور طبقے کی نسبت سے دوسرے تمام طبقے صرف رجعت پرست ہجوم ہیں۔ یہ بیان محض چند اتفاقی واقعات کی حد تک درست ہے: مثلاً اگر پرولتاری انقلاب برپا ہو جیسا کہ پیرس کمیون تھا، یا ایسے ملک میں جہاں نہ صرف بورژوازی نے ہی ریاست اور سماج کو اپنی پسند کے سانچے میں ڈھالا ہو، بلکہ اسی کی پلیٹ میں جمہوری خیالات کی چھوٹی بورژوازی بھی ڈھالنے کے اس عمل کو انجام تک پہنچا چکی ہو۔ فرض کیجئے کہ اگر جرمنی میں جمہوریت پسند چھوٹی بورژوازی اسی رجعت پرست ہجوم سے ہوتی تو یہ کیوں کر ممکن تھا کہ سوشل ڈیموکریٹک ورکرز پارٹی اس کے یعنی عوامی پارٹی کے کاندھے سے کاندھا ملائے برسوں کام کرتے رہتی؟ آپ کا Voldsstaat (عوامی ریاست) اخبار اپنا تقریباً تمام سیاسی مسالہ چھوٹی بورژوازی کے جمہوری اخبار (2) Frankfurter Zeitung سے کیسے حاصل کرتا؟ اور یہ کیسے ہوتا کہ اسی پروگرام میں کم از کم سات مطالبے تو وہی شامل ہیں جو براہ راست اور لفظ بلفظ عوامی پارٹی اور چھوٹی بورژوازی والی ڈیموکریسی کے پروگرام سے مطابقت رکھتے ہیں؟ میرا مطلب ہے ان سات سیاسی مطالبوں سے جو نمبر ایک سے نمبر پانچ تک اور ایک سے دو تک موجود ہیں۔ اور ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو بورژوا ڈیموکریٹک نہ ہو۔ (3)

دوسرے، یہ اصول کہ مزدوروں کی تحریک انٹرنیشنل تحریک ہے، ہر لحاظ سے فی الحال عملی طور پر رد کر دیا گیا، رد کرنے والے بھی وہی لوگ جنہوں نے پانچ سال تک سخت سے سخت آزمائشوں کے سامنے بڑی شان سے اسے سینے سے لگائے رکھا تھا۔ یورپی تحریک میں سب سے آگے جرمن مزدوروں کی پوزیشن بننے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے جنگ کے دوران (4) صحیح معنوں میں انٹرنیشنل رویہ اپنائے رکھا، یہ کسی اور ملک کے میں جا بجا مزدوروں کی طرف سے تحریک کے اس پہلو پر اتنا ہی زور دیا جانے لگا ہے جتنا حکومتوں کی طرف سے یہ زور دیا جاتا ہے کہ جس تنظیم میں بھی اس کی جھلک نظر آئے، اسے سختی سے کچل دیا جائے، تو اس اصول کے علمبردار ہی اسے رد کرنے چلے ہیں! تو پھر مزدوروں کی تحریک کے انٹرنیشنلزم میں سے کیا باقی بچا؟ ایک دھندلا سا امکان رہ گیا، اتنا بھی نہیں کہ کبھی آگے چل کر یورپ کے مزدور اپنے سر کا بوجھ اتارنے کے لئے باہمی تعاون کریں، بلکہ صرف اتنا کہ آئندہ "قوموں میں کوئی انٹرنیشنل برادری" کی صورت بنے، یا امن لیگ والی بورژوازی "یورپ کی متحدہ ریاستوں" کی صورت اختیار کر لے۔

یہ سہی کہ انٹرنیشنل کا ذکر کرنے کی یہاں کچھ ایسی ضرورت نہ تھی۔ تاہم 1869 میں جو پروگرام طے پا چکا تھا اس سے ایک قدم پیچھے ہٹانے کی بھی کیا ضرورت تھی۔ اتنا تو کہنا ہی چاہئے تھا کہ: اگر چہ جرمن مزدور پارٹی اول انہی حدوں کے اندر رہ کر کام کر رہی ہے جو ریاستی سرحدیں مقرر ہیں، (اسے یورپی پرولتاریہ کی طرف سے بولنے کا اور خواہ مخواہ غلط بیانی کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا)، لیکن اسے تمام ملکوں کے مزدوروں سے بھائی چارے کا پورا احساس ہے، اور پہلے کی طرح آئندہ بھی یہی ہوگا کہ جرمن مزدور پارٹی اس برادرانہ احساس کی عائد کی ہوئی ذمہ داریاں ادا کرتی رہے۔ اس قسم کی ذمہداریاں، خود کہ انٹرنیشنل کا شریک سمجھے یا کھلے لفظوں میں اعلان کئے بغیر بھی، باقی رہتی ہیں۔ مثلاً ہڑتالوں میں مدد کرنا اور ہڑتالیں توڑنے والوں کا مقابلہ کرنا، پوری توجہ رکھنا کہ پارٹی کے اخبار ورسائل جرمن مزدورن کو باہر ملکوں کی تحریک سے باخبر رکھیں، خاندانی بادشاہتوں کے لئے جنگ کے خطرے یا خود جنگ کے خلاف ایجی ٹیشن چلانا، اور اگر ایسی جنگیں چھڑ جائیں تو اسی طرح پیش آنا جیسے 1870 اور 1871 وغیرہ میں ایک مقررہ طرز اختیار کیا گیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

تیسرے یہ کہ ہمارے لوگوں نے لاسال کے "اجرتوں کے آہنی قانون" والے نظریئے کو اپنے اوپر سوار کر لیا جس کی بنیاد ایک دقیانوسی معاشی نظریئے پر رکھی ہے یعنی مزدوروں کو جس قدر ممکن ہے کم اجرت دے جاتے ہے، وجہ اس کی یہ کہ مالتھوس کے نظریہ آبادی کے مطابق مزدوروں کی تعداد ہمیشہ کافی سے زیادہ رہتی ہے (لاسال نے اسی خیال کو دلیل بنا رکھا تھا)۔ مارکس نے کتاب "سرمایہ" میں تفصیل کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ اجرتوں کے قانون بہت پیچیدہ ہوتے ہیں۔ کبھی ایک قاعدے کا عمل دخل ہوتا ہے، کبھی دوسرے کا۔ حالات کے اتار چڑھاؤ پر منحصر ہے۔ اس لئے انہیں "آہنی" کہنے کی گنجائش نہیں، اس کے برعکس نہایت لچکدار کہہ سکتے ہیں۔ لہذا یہ معاملہ چند لفظوں میں ٹال دینے کا نہیں جیسا کہ لاسال سمجھتا تھا۔ مالتھوس نے اس قانون اجرت کے حق میں جو دلیل دی تھی [جسے لاسال نے مالتھوس اور ریکارڈو کے یہاں سے (ریکارڈو کا بیان بگاڑ کر) نقل کر لیا اور جسے دیکھنا ہو تو "مزدوروں کے مطالعے کی کتاب" کے صفحہ 5 پر دیکھا جا سکتا ہے جہاں لاسال کے کسی اور پمفلٹ کے حوالے سے بیان آیا ہے] مارکس نے اپنے تصنیف "سرمایہ" کے حصہ Accumulation of CAPITAL (سرمائے کا ارتکاز) میں تفصیل سے اس دلیل کا توڑ کر دیا ہے۔ چنانچہ لاسال کا "اجرت کے آہنی قانون" والا نکڑا اپنا کر ہماری پارٹی نے ایک غلط خیال لو اس کی غلط بنیاد کے ساتھ قبول کیا ہے۔

چوتھے یہ کہ پروگرام نے ایک ہی سماجی مطالبہ بڑھایا اور وہ ہے لاسال کا نظریہ "سرکاری امداد" بالکل برہنہ صورت میں، جیسا کہ لاسال نے اسے بیوشے کے یہاں سے اڑایا تھا۔ یہ بھی ایسے وقت جبکہ براکے نے اس مطالبے کے دھجیاں بکھیر دی تھیں (5) اور اگر ہماری پارٹی کے سب مقرروں نے نہیں، تو قریب قریب سبھی نے لاسال کے توڑ پر "سرکاری امداد" کے اس نظریئے کے خلاف زبان کھولی تھی۔ ہمارے پارٹی اس سے بڑھ کر اور کیا اپنے تذلیل کر سکتی تھی! انٹرنیشنلزم کو اس کے مقام سے اتار کر اماندوس گیوگ کی سطح پر اور سوشلزم کو اس شخص

بیوشے کے بورژوا ریپبلکن ازم کی حد تک پہنچا دیا گیا جس نے یہ مطالبہ خود سوشلسٹوں کے مقابلے پر پیش کیا تھا تاکہ انہیں مات دی جا سکے۔

لاسال کے خیال میں "سرکاری امداد" کی حیثیت پر زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ منزل تک پہنچنے کی تدبیروں میں سے صرف ایک تدبیر ہے اور یہاں پروگرام کے خاکے میں اسے یوں کچے پن سے پیش کر دیا" تاکہ سماجی سوال حل کرنے کی راہ تیار کی جائے"، گویا ابھی تک ہمارے سامنے سماجی سوال کا کوئی نظریاتی حل موجود نہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ :"جرمن مزدور پارٹی صنعت اور زراعت دونوں میں کوآپریٹو طریقہ پیداوار پورے قومی پیمانے پر جاری کر کے اجرت کا خاتمہ کرنے کے درپے ہے اور یوں طبقاتی اونچ نیچ مٹانا چاہتی ہے؟ اور اس غرض سے جو بھی تدبیر اختیار کرنی پڑے وہ اسے اختیار کرنے کو آمادہ ہے۔ تو لاسال کے حامیوں میں کوئی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔

پانچویں یہ کہ پروگرام کے خاکے میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ مزدور طبقے کی تنظیم بحیثیت طبقے ٹریڈ یونینوں ہی پرولتاریہ کی ایک سچی طبقاتی تنظیم ہوتی ہے جہاں یہ طبقہ سرمائے کے مقابلے پر اپنی روزانہ کی جدوجہد کرتا ہے، جہاں یہ طبقہ اپنی تربیت کرتا ہے اور جو آج کل کے زمانے میں، بدترین رجعت پرستی کے گھیرے میں بھی (جیسا کہ پیرس میں ہو رہا ہے) توڑ پھوڑ کر برابر نہیں کی جا سکتی۔ ٹریڈ یونین تنظیم نے خود جرمنی میں بھی جو اہمیت اختیار کر لی ہے اسے نظر میں رکھیں تو ہماری رائے میں یہ انتہائی ضروری ہے کہ پروگرام میں اس کا ذکر کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو پارٹی تنظیم میں بھی اس کو خاص مقام دیا جائے۔

ہمارے لوگوں نے لاسال والوں کی خوشنودی کے لئے کیا کچھ نہیں کیا! مگر فریق ثانی نے کونسی رعایت کی؟ یہی کہ پروگرام میں خالص جمہوری مطالبوں کے اچھے خاصے الجھاوؤں کا انبار نظر آتا ہے، جن میں سے بعض تو فیشن بن چکے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ "قانون سازی عوامی ہو" سوئٹزر لینڈ میں یہ پہلے سے موجود ہے، اور اگر اس سے کچھ حاصل ہے تو نفع کے بجائے نقصان۔ "عوام کے ذریعے سرکاری انتظام" کہا جاتا تو کچھ بات ہوتی۔ ہر قسم کی آزادی کی جو شرط اول ہے کہ تمام سرکاری عہدہ داروں لو اپنے سرکاری فرائض کی ادائیگی میں عام عدالت کے روبرو اور عام قانون کے ماتحت ہے۔ رہا یہ امر کہ سائنس کی آزادی اور ضمیر وعقیدے کی آزادی جیسے مطالبے ہر ایک لبرل بورژوا پروگرام میں شامل ہوا کرتے ہیں اور یہاں ان کی موجودگی عجیب معلوم ہوتی ہے، میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

آزاد عوامی ریاست کو بدل کر آزاد ریاست کر دیا گیا۔ اگر قواعد کی رو سے دیکھئے تو آزاد ریاست وہ ہوئی جو اپنے باشندوں کے معاملات میں آزاد ہو، یعنی ایسی اسٹیٹ جس میں جابرانہ حکومت ہو۔ اسٹیٹ کے بارے میں زبان کھولنی ہی نہ چاہئے تھی، خاص کر پیرس کمیون کے بعد، جو اس لفظ کے خاص معنوں میں ایک ریاست نہیں تھا۔ انارکسٹوں نے لفظ "عوامی ریاست" کی دھول ہماری آنکھوں میں بہت جھونک لی۔ اور وہ بھی مارکس کی اس تصنیف ("فلسفے کا افلاس") کے بعد جو فلسفی پرودھوں کے جواب میں لکھی گئی اور پھر "کمیونسٹ مینی فسٹو" بھی نکلا جو براہ راست یہ جتاتا ہے کہ سماج میں اشتراکی نظام قائم ہو جانے کے بعد اسٹیٹ تحلیل ہو کر غائب ہو جائے گی۔ چنانچہ اس صورت میں، جبکہ اسٹیٹ ایک ایسا عارضی ڈھانچہ ہوا جو مقابلے کے وقت انقلاب میں اس غرض سے استعمال کیا جاتا ہے کہ مخالفین کو بزور دبا کر رکھا جائے، تو آزاد عوامی ریاست کی باتیں بگھارنا بالکل بے معنی ہے۔ جب تک پرولتاری طبقے کو اسٹیٹ کی ضرورت رہتی ہے، وہ اسے آزادی کے حق میں استعمال نہیں کرتا بلکہ صرف اس غرض سے کہ مخالفین کو قابو میں رکھا جائے، اور جونہی آزادی کی بات زبان پر لانا ممکن ہو جاتا ہے، پھر خود اسٹیٹ کا وجود باقی نہیں رہتا۔ اس لئے جہاں لفظ "اسٹیٹ" یا "ریاست" آیا ہے وہاں ہم پرانے زمانے کا ایک نہایت عمدہ جرمن لفظ "برادری" ("Gemeinwesen") رکھنا پسند کریں گے جو فرانسیسی لفظ "کمیون" کا ہم معنی ہے۔

"ہر قسم کی سماجی اور سیاسی نابرابری مٹا دینا"۔ یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے۔ اس کی جگہ "تمام طبقاتی اونچ نیچ کا خاتمہ" ہونا چاہئے تھا۔ زندگی کے حالات دیکھتے ہوئے، ایک ملک کی دوسرے ملک سے، ایک صوبے کی دوسرے سے، ایک علاقے کی دوسرے سے، نابرابری ایک حد تک ہمیشہ باقی رہے گی۔ یہ فرق کم سے کم تو کرنا ممکن ہے، مگر پوری طرح مٹا دینا ممکن نہیں۔ پہاڑی باشندے میدان کے بسنے والوں سے زندگی کے حالات میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ مختلف رہیں گے۔ یہ خیال کہ اشتراکی سماج مساوات کی آماجگاہ ہوتا ہے، یہ وہ ایک طرفہ خیال ہے جس کی بنیاد اسی پرانے فرانسیسی قول " آزادی، برابری اور برادری" پر رکھی ہے۔ یہ خیال اپنے وقت اور مقام کی نسبت سے، ترقی کے خاص مرحلے پر تو برحق تھا۔ لیکن پہلے کے اشتراکی مکاتیب فکر سے آئے ہوئے اور بہتیرے یک طرفہ خیالات کی طرح اب اسے بھی ناکارہ سمجھنا چاہئے، کیونکہ اب اس سے لوگوں کے دماغ میں الجھن پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ بھی کہ اب اصل معاملے کو پیش کرنے کے بہتر ذریعہ اظہار ہاتھ آ چکے ہیں۔

میں یہیں تمام کرتا ہوں، اگرچہ اس پروگرام کا تقریباً ہر لفظ، جو ویسے ہی بجھی ہوئی اور سپاٹ زبان میں تحریر ہوا ہے، اس قابل ہے کہ تنقید کا نشانہ بنے۔ یہ اس قسم کا پروگرام ہے کہ اگر اسے قبول بھی کر لیا جائے تو مارکس اور میں ہرگز اس نئی پارٹی میں شامل نہ ہوں جو اس پروگرام کی بنیاد پر بنائی جائے اور واقعی سنجیدگی سے اس سوال پر غور کریں کہ ایسی پارٹی سے عام پبلک میں بھی کس طرح کا واسطہ رکھا جائے۔ تم یہ ذہن میں رکھنا کہ جرمن سوشل ڈیموکریٹک ورکرز پارٹی کے ہر ایک قول وفعل کا غیر ملکوں میں ہم کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ باکونین نے اپنی تصنیف "ریاستی حیثیت اور نراج" میں ہم کو بے خیالی سے کہے ہوئے اس ایک ایک لفظ کا ذمہ دار ٹھیرایا ہے جو لیبکنخت نے رسالہ Demokratisches Wochenblatt (6) کی بنیاد پڑنے کے بعد سے اب تک کیا یا لکھا ہے۔ لوگوں نے اپنے جگہ سوچ رکھا ہے کہ ہم یہاں بیٹھے بیٹھے ساری تحریک کے تار ہلا رہے ہیں، حالانکہ میری طرح تم پر بھی یہ حقیقت روشن ہے کہ ہم نے پارٹی کے اندرونی معاملات میں غالباً کبھی ذرا بھی دخل اندازی نہیں کی اور کبھی دخل دیا بھی تو صرف اسی غرض سے کہ ان غلطیوں کی اصلاح کر دی جائے جو ہماری نظر میں غلطیاں تھیں اور صرف نظریاتی۔ لیکن خود تمہارے سوچنے کی بات ہے کہ یہ پروگرام ایسا ایک موڑ ہے جہاں پہنچ کر، ہم آسانی سے مجبور ہو جائیں گے کہ جو پارٹی یہ پروگرام قبول کر لے اس کی کسی قسم کی ذمہ داری لینے سے انکار کر دیں۔

یوں تو کسی پارٹی کے باقاعدہ پروگرام کی اہمیت اس کے عمل کے مقابلے میں کم ہے، تاہم نیا پروگرام ایک ایسا پرچم ہے جو پبلک کے سامنے بلند کیا جاتا ہے اور باہر کے دنیا اسی پروگرام سے پارٹی کا اندازہ لگاتی ہے۔ لہٰذا اسے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹانا چاہئے جیسا کہ یہ مسودہ آئزی ناخ کے پیش کئے ہوئے پروگرام کے بہ نسبت پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اور یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ دوسرے ملکوں کے مزدور یہ پروگرام دیکھ کر کیا کہیں گے اور پورے جرمن اشتراکی پرولتاریہ نے جو لاسال والوں کے نظریے کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے ہیں اس پر دنیا کیا سوچے گی۔

ساتھ ہی میں قائل ہو گیا ہوں کہ اس بنیاد پر جو اتحاد قرار پائے گا وہ سال بھر بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ کیا ہماری پارٹی کے بہترین دماغ اس پر تیار ہو جائیں گے کہ اپنی تقریروں میں لاسال کے رٹے ہوئے جملے "اجرت کے آہنی قانون" اور "سرکاری امداد" کے بارے میں بار بار دہراتے پھریں؟ مثلاً میں تصور کرتا ہوں کہ خود تم پر اس صورت میں کیا گزرے گی۔ اور اگر وہ یہ سب باتیں کہنے پر تیار بھی ہو گئے تو حاضرین ان کا ناطقہ بند کر دیں گے۔ مگر مجھے یہ بھی یقین ہے کہ لاسال کے حامی پروگرام کے انہی نکتوں پر اصرار کریں گے جیسے یہودی شائی لاک نے ایک پونڈ گوشت کی رٹ لگائی تھی

"(شیکسپیر کا ڈرامہ "وینس کا تاجر" ایکٹ اصل، سین 3۔ (ایڈیٹر)

آخر طلاق کی نوبت آئے گی۔ مگر تب تک ہاسیل مان، ہیزن کلیور، تیولکے قسم کے لوگوں کو ہم پھر "ایماندار" بنا چکے ہوں گے۔ جب جدائی کا لمحہ آئے گا تو ہم کمزور ہو چکے ہوں گے اور لاسال والے مضبوط۔ ہماری پارٹی کی سیاسی آبروٹ چکی ہوگی اور وہ کبھی اس قابل نہ ہوگی کہ لاسال کے ان مقررہ جملوں کے مقابلے پر تن من سے سامنے نکل آئے جن جملوں کو وہ کسی وقت اپنے جھنڈے پر چڑھا چکی ہے۔ اوہ پھر اگر لاسال کے حامیوں نے زبان کھولی کہ وہی سب سے کھرے نکلے اور وہی اصل میں مزدوروں کے پارٹی ہیں حالانکہ دوسرے لوگ بورژوا خیالات رکھتے ہیں، تو ان کی بات ثابت کرنے کو پروگرام موجود ہوگا؟ اس پروگرام میں جتنا کچھ اشتراکی عنصر ہے وہ تو ان کا ٹھہرے گا اور ہماری پارٹی نے اس میں جو کچھ ملایا وہ چھوٹی بورژوازی کی جمہوریت کے مطالبے رہ گئے یعنی اس طبقے کے جسے یہ پارٹی اسی پروگرام میں پہلے سے "رجعت پرست ہجوم" قرار دے چکی ہے۔

میں نے یہ خط روکے رکھا کیوں کہ تم پہلی اپریل کو یہ بسمارک کی سالگرہ کی خوشی میں قید سے چھوٹنے والے تھے اور میں چوری چھپے جیل کے اندر خط بھیجنے کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ اتنے میں ایک خط براکے کا موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے بھی پروگرام مے متعلق اپنے وزنی شکوک ظاہر کئے ہیں اور ہماری رائے معلوم کرنی چاہی ہے۔ لہٰذا میں یہ خط انہی کو بھیجے دیتا ہوں تا کہ پڑھ کر آگے بڑھا دیں اور مجھے پھر سے یہ سب باتیں لکھنی نہ پڑیں۔ یہاں اتنا اور بڑھا دوں کہ میں نے رام (Ramm) کو بھی یہ احوال کھلے لفظوں میں بتا دیا ہے۔ لیبکنیخت کو البتہ مختصراً لکھا ہے۔ ان کی یہ خطا معاف نہیں کروں گا کہ ہمیں اس تمام معاملے سے بالکل بے خبر رکھا، ایک لفظ بھی اس وقت تک نہ لکھا (حالانکہ Ramm اور دوسرے لوگ سوچتے رہ گئے کہ ہمیں اس نے پوری پوری اطلاع بھیجی ہوگی) جب تک کہ وقت نہ نکل گیا۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں، اس کا معمول یہی رہا ہے۔ اسی وجہ سے مارکس اور میں، ہم دونوں کی اس سے اتنی ساری خط و کتابت میں تلخی رہی ہے۔ اس بار تو بہت ہی بری حرکت کی۔ اور ہم اسے گلے اتارنے کو قطعی تیار نہیں ہیں۔

کچھ ایسی تدبیر کرو کہ گرمیوں کا موسم یہاں گزرے، میرے پاس ٹھہرو گے اور اگر موسم خوشگوار رہا تو دو چار دن کے لئے سمندر میں غوطے لگانے چل دیں گے۔ لمبی قید کاٹنے کے بعد یہ وقت تمہارے لئے بہت مفید رہے گا۔

دوستانہ سلام،

تمہارا ایف۔ ای

مارکس نے حال میں ہی مکان بدل لیا ہے۔ اب ان کا پتہ یہ ہے:

41، میٹلینڈ پارک، نارتھ ویسٹ، لندن۔

پہلی بار اس کتاب میں شائع ہوا: اے۔ بیبل "میری زندگی سے"

(Aus meinem Leben) اشٹوٹگارٹ، 1911۔

اصل مسودے کے مطابق شائع کیا گیا۔

نوٹس

1۔ اگسٹ بیبل کے نام اینگلز نے یہ خط 18 سے 28 مارچ 1875 کے درمیان لکھا تھا، اور اس کا مارکس کی تصنیف "گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر" سے گہرا تعلق ہے۔ اس خط میں جرمنی کی سوشل ڈیموکریٹک ورکرز پارٹی جو متحد ہونے والی تھی، اس کے پروگرام کے خاکے پر اینگلز نے اپنی اور مارکس کی مشترکہ رائے ظاہر کی ہے۔ سمجھوتے کے اس خاکے میں، جس مین لاسال کے اندھے عقیدوں کا پورا ڈھانچہ داخل ہو گیا تھا، اسٹیٹ کے متعلق موقع پرستی کا رویہ رکھا گیا تھا، اور پرولتاری انٹرنیشنلزم کے اصولوں کو مٹی میں ملا دیا گیا تھا۔ اسے اینگلز نے اپنی بے باک اور بے لاگ تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

2۔ Frankfurter Zeitung und Handelsblatt (فرینکفرٹ اخبار اور تجارتی پرچہ)۔ یہ چھوٹی بورژوازی کا ایک جمہوری روزنامہ تھا جو 1856 سے شائع ہونا شروع

ہوا(1866 میں اسی نام سے) اور 1943 تک نکلتا رہا۔

3۔اینگلز نے یہاں گوتھا پروگرام کے خاکے کی حسب ذیل مدوں کا حوالہ دیا ہے:

"جرمن ورکرز پارٹی کی طرف سے اسٹیٹ کی آزاد بنیادوں کے بطور ان باتوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ:(1) 21 سال اور اس سے اوپر کے تمام مردوں کو، تمام انتخابات میں، چاہے وہ قومی ہوں یا مقامی، برابر کا حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ خفیہ بیلٹ کے ذریعے براہ راست ووٹ دیا کریں۔(2) لوگوں کو براہ راست قانون سازی کا حق حاصل ہو، وہ قانون کا مسودہ پیش بھی کر سکیں اور اسے رد بھی کر سکیں۔(3) فوجی تربیت عام ہونی چاہئے۔موجودہ باقاعدہ فوج کی جگہ عوامی ملیشیا(فوجی تربیت یافتہ رضا کار) کو ملنی چاہئے؟ جنگ یا امن کا فیصلہ عوام کی نمائندہ اسمبلی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔(4) ہر قسم کے غیر معمولی قانون ہٹائے جائیں، خاص کر وہ جو اخبارات، انجمن اور جلسے پر پابندی لگاتے ہیں۔(5) عدالت عوام کے ہاتھ میں ہو۔عدالتی چارہ جوئی پر کوئی خرچ نہ آنا چاہئے۔

"جرمن ورکرز پارٹی کی طرف سے اسٹیٹ کی ذہنی اور اخلاقی بنیادوں کے بطور ان باتوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ:(1) تمام لوگوں کے لئے مفت اور مساوی پبلک تعلیم کا بندوبست اسٹیٹ کرے، تعلیم سب کے لئے لازمی ہو اور مفت ہو۔(2) سائنسی یا علمی فکر کو آزادی ہو، ضمیر یا عقیدے کی آزادی ہو۔"

4۔ یہاں فرانس اور پروشیا کی اس جنگ کی طرف اشارہ ہے جو 1870۔1871 میں ہوئی تھی۔

5۔یہاں مراد ہے براکے کی کتاب "لاسال کی تجویز" سے(Der Lassalle sche Vorschlag. Braunschweig, 1873)

6۔Demokratisches Wochenblatt (ڈیموکریٹک ہفتہ وار)۔ جرمن مزدوروں کا اخبار تھا جو لیپزگ میں جنوری 1868 سے ستمبر 1869 تک نکلا۔ ولہلم ڈیموکریٹک ورکرز پارٹی بنوانے میں بڑی خدمت انجام دی۔1869 میں جب آئزی ناخ مقام پر پارٹی کانگرس ہوئی تو اسی اخبار کو پارٹی کا مرکزی ترجمان بنا کر اس کا نام رکھا گیا Voldsstaat۔مارکس اور اینگلز اس اخبار کے لئے لکھا کرتے تھے۔

---

www.marxists.org

اس کتاب کو مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو www.marxists.org کے لیے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

کمپوزنگ: نوید، سجاد شاہ، احسن، امان اللہ، ابن حسن

نظر ثانی ترجمہ: ابن حسن

اپنی رائے اور تجاویز کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

hasan@marxists.org